شرح دیوان اردوی غالب

موسوم بہ

وجدان تحقیق

حصہ اول مصنفہ

خاکسار محمد عبدالواجد المتخلص بہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول
علاقہ سرکار نظام و فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

در مطبع فیض منبع فخر نظامی بقالب طبع آمد
حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد عبد العلی والہ دکنی مرحوم و مغفور
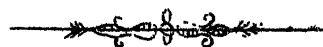
دیوان والہ موسوم بہ اسم تاریخی چمنستان بہشت بزبان فارسی ضخامت بیس (۲۰) جزو کاغذ چکنا سفید ساٹھہ پونڈ کا چھاپہ صاف خوشخط ٹیٹل پیج زرد رنگ کاغذ پر سرخی سے چھپا ہوا تمام دیوان نہایت آب و تاب کے ساتھہ چھپا ہے - اس دیوان مین (۹) قصیدے (۴) مرثیے (۱) خمسہ (۱۳۳) قطعات بدین تفصیل قطعات تاریخی (۷۶) اور قطعات غیر تاریخی (۵۶) اور (۱۲۵) غزلیات اور (۱۹۳) رباعیات بدین تفصیل رباعیات تاریخی (۱۰) اور رباعیات غیر تاریخی (۱۸۳) اور چند متفرق اشعار اور تاریخین ہین - اس دیوان مین جملہ (۴۸ ۳۳) اشعار مندرج ہین - حضرت والہ مرحوم و مغفور کا کلام ایرانی پسند ہے صاحب موصوف کا نام اور کلام ایران تک پہونچا ہے - کلام کی فصاحت و بلاغت اور مضمون آفرینی و جدت اور رنگینی اور بندش کی عمدگی اور عاشقانہ مذاق اور واعظانہ مطالب اور درد و غم کا بیان اور خیال کی وسعت و کثرت اندازۂ بیان سے بڑھکر ہے - فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کیواسطے نہایت مفید اور اہل دکن کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہے - باوجود اتنی خوبیون کے قیمت کتاب صرف ڈہائی روپے سکہ حالی یا دو روپیہ سکہ کلدار -

انشای والہ موسوم بہ اسم تاریخی گلستان نثر حصہ اول و دوم بزبان فارسی - پہلے حصہ مین وہ مراسلات و عرایض ہین جو مولوی عنایت الرحمن خانصاحب دہلوی معتمد

شرح
دیوان اُردوی غالب
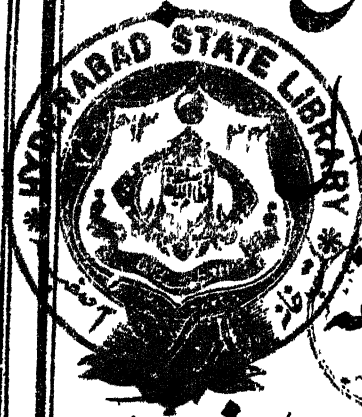
حصۂ اول

مصنفہ

خاکسار محمد عبدالواجد المتخلص واجد

فرزند حضرت والہ مرحوم

سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

هو الفتّاح

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد الٰہی و نعتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخفی و محتجب نرہے کہ جب رسالہ **وثوقِ صراحت** میری کوشش سے مجتمع ہوکر چھپ گیا تو اُسی دن سے میرا یہہ ارادہ ہو گیا تھا کہ اُسکا ایک ضمیمہ لکھڈالون مگر قلتِ فرصت کیوجہ سے ایک مدتِ معیّنہ مین مسلسل یہہ کام کرنسکا کبھی کبھی کچھہ کچھہ غرض جب فرصت ملی اور جب طبیعت اُدہر آگئی لکھتا رہا اور اس کام سے ہمہ تن غافل نرہا آخر یہہ کام ایک مدّت مدید کے بعد خدائے منعام کے افضال و اکرام سے انجام کو پہونچا اور یہہ ضمیمہ میرے ارادے کے موافق کامل و پورا ہو گیا۔ بعد اختتام کے مین نے اس کے دو نام رکہے ایک **وجدان تحقیق** اور دوسرا **توضیح اشاراتِ** **والہ** اس ضمیمہ کے اندر بہت سی مفید باتین مین نے مندرج کی ہین جن سے ایک طالب فن اور شائق علم ادب بہت کچھہ نفع حاصل کرسکتا ہے۔ اگرچہ تنا حی میرا کام نہین اور نہ مین اوسکو لینے لئے فخر سمجھتا ہون

کہ اشعار کی شرح بازی کرتا رہون مگر چونکہ ایک غیر مکمل شرح شایع ہو گئی تھی اور
حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور کا انتقال عین تصنیف مین ہوگیا
تھا اور حضرت مرحوم کو اجل نے فرصت و مہلت ندی تھی لہذا مین نے اپنی
لیاقت کے بموجب اس کام کو پورا کیا۔ کیونکہ خردمندون نے کہا ہے

مصرع پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔

بی۔ اے کلاس کے چند جید طالب علم جو فارغ التحصیل ہونیوالے تھے
نظام کالج مین حضرت مولانا والد مرحوم و مغفور سے مرزا غالب دہلوی کا
اردو دیوان جسکی شرح کا یہہ ضمیمہ ہے بطور سرکاری پڑہتے تھے اور سیکڑون
دقائق و نکات جو مولانا ے مغفور کی زبان مبارک سے سنتے تھے اپنے دل و
دماغ مین نے لئے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ جواہر گران بہا صفحہ قرطاس پر نہ آئے
اور مولانا ے مرحوم کے سینہ کرامت گنجینہ مین ہی رہگئے۔ گویا یہہ بہی اردو زبان
کی ایک بدنصیبی تھی۔ با اینہمہ مولانا ے مغفور نے جسقدر لکھا ہے اُنکے نتیج اور
مفید ہونے مین میرے نزدیک کوئی شبہہ نہین ہے۔ شائقان شعر و سخن اور پیروان
مرزا غالب کیلئے غنیمت عظمیٰ و موہبت کبری ہے۔ غیر ازین نیت کہ اسمین اور
بہت سے مضمون بڑہانیکی ضرورت تھی یہہ کام دوسرے شارحین سے
ہوسکتا ہے چنانچہ مین نے اس کام کو انجام دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے مصرع
ہر کہ آمد مزید کرد بران۔ میرا دیوانہ دل و توق صراحت کے اختصار کو
نہین دیکھتا بلکہ اُس کے اعتبار کو دیکھتا ہے اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن بہت معتبر
ہے۔ ہر ایک نقط جو اُس محقق کے قلم سے ٹپک گیا ہے میری نظرون مین

جواہر زواہر کی قیمت رکھتا ہے۔ گو بہت سے حضرات اس کے مخالف ہون گے
مگر میرے دیوانے دل نے اس مختصر رسالے کے ساتھہ عاشقی کا درجہ حاصل
کیا ہے۔ ہمیشہ اُس کے حسن و جمالِ عتبار کا جلوہ دیکہا کرتا ہے درحقیقت
حسنِ عتبار ہی عجیب شے ہے سہ ایدل اس کے مختصر ہونیکو تو ہرگز نہ دیکہہ*
دیکہہ آخر کیا لکھا ہے حضرت اُستاد نے۔ چونکہ مرزا صاحب خاص دہلی کے
باشندے تہے اور دہلی جیسے شہر مین جو ہندوستان کا دوامی دارالسلطنت
اور اردو زبان کا دارالعیار رہا ہے اُن کی اُستادی کا ڈنکا بجا ہے لہذا
میری رائے مین مرزا صاحب کے اردو کلام پر زبان کے متعلق کوئی اعتراض وارد
ہو نہین سکتا۔ بلکہ اردو مین زبان کے متعلق مرزا صاحب نے جو کچھہ کہا ہے
سب مستند اور مسلم الثبوت ہے۔ اور اُن دہلی والون کے پاس جو دانشمند ہین
معتبر ہے اور وہان سے تمام ہندوستان مین مسلم ہے۔ ظاہر ہے کہ میرزا غالب
دہلوی کوئی معمولی شاعر نہین تہے اردو مین اُن کا شہرہ عالمگیر ہے دہلی مین
مولانا ذوق کے بعد اُنکا کوئی ہمسر نہوا۔ اس ضمیمہ کے اندر مین نے لفظی
اور معنوی تحقیق مین کامیابی کے ساتھہ بہت کوشش کی ہے اور اسیواسطے
وجدان تحقیق اسکا نام رکہا ہے۔ اور حضرت والد مرحوم کے اشارات
کی صراحت اور وضاحت کرنے مین بہی بہت کچھہ دقت اٹھائی ہے اور
اسی لحاظ سے اسکا دوسرا نام توضیح اشارات والد رکہا ہے۔ غالبًا
حضرت والد مرحوم جب نظر ثانی کرتے تو بہت سے مضمون اپنی شرح مین
بڑہا دیتے جن سے تمام شرح بالکل عام فہم ہو جاتی۔ مین نے کئی مضمون

اس ضمیمہ کے اندر اسی شرح کو یعنے حضرت والہ مرحوم کی شرح کو اپنا رہبر اور رہنما بنا کر لکہے ہین اور اون غیر مکمل نوٹون کو اچہی طرح سے مکمل کیا ہے - اور اس بات مین کوئی شک نہین کہ شرح دیوان غالب کی بنیاد حضرت والہ مرحوم نے ہی اپنے مبارک ہاتہون سے رکہی ہے - حضرت مصنف مرحوم کا انتقال حین تصنیف مین ہو جانے سے شرح غیر مکمل اور ناتمام رہگئی - ظاہر ہے کہ ہر شخص خوض نہین کرسکتا - چاہئے کہ ہر ایک شعر کا مطلب شارح بنفس نفیس تفصیل وتکمیل کے ساتہہ بیان کردے تاکہ دیکہنے والون کو خود تدبر اور غور کی حاجت اور زحمت نہ پڑے لہذا مین نے انہین دنون سے جب کہ یہہ شرح میری جدوجہد سے چہپ گئی تہی اسکا ضمیمہ لکہنا شروع کردیا تہا - ع

بناکے آئینہ دیکہے ہے پہلے آئینہ گر　　　ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکہتے ہین

حضرت قبلگاہی و اوستادی مولانا مولوی محمد عبد العلی المتخلص بہ والہ رحمۃ اللہ علیہ و قدس اللہ سرہ کی تحقیق اور تدقیق کو کونسا شخص ہے جو نہین جانتا جن صاحبون نے حضرت مرحوم سے علم حاصل کیا ہے وہ فرماتے ہین کہ ایک ایک شعر دق اور ایک ایک مشکل اور پیچیدہ عبارت اور دقت طلب و اشکال آمیز مضمون کے حل کرنے اور کہولنے کے متعلق اسقدر رعد کی اور صفائی اور تفصیل اور صراحت سے شرح بیان فرمایا کرتے تہے کہ ایک شرح کے بیان کرنے میں چار چار اور آٹہہ آٹہہ روز کی مدت کافی و مکتفی ہوتی تہی اور کوئی دقیقہ باقی نہین رکہتے تہے جسکو بیان نکردین اور خود اس خاکسار نے فارسی کے شعر اور انشا کی کتابین حضرت والہ مرحوم سے پڑہی ہین لہذا اس بات کی

تصدیق کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ فی الحقیقت فارسی کے شعر اور انشا
کے دقائق او رنکات کے بیان کرنے مین حضرت والد مرحوم کو اعلی درجہ
کی دلچسپی ورا علی درجہ کا کمال حاصل تہا - سیکڑون اشعار حضرت مرحوم کو
متحد المضمون یاد تہے کہ برمحل اور بر موقع اپنے شاگردون کو سنایا کرتے تہے
جنکے سننے سے مشکل مطالب باسانی ذہن نشین ہو جاتے تہے ورد قیق
مطالب اور پیچیدہ مضامین کو متعدد پہلوؤن سے اوسوقت تک کہ طالب العلم
کے ذہن مین اچہی طرح سے آجائین بیان فرمایا کرتے تہے -
میرا یہہ بیان اونکی تحقیق معنوی کے متعلق تہا اور تحقیق لفظی تو حضرت والد
مرحوم کے پاس ایک ادنی بات تہی اور اُن کے کمال کے مقابلہ مین تحقیق
لفظی کا نام لینا انکا رتبہ گہٹانا ہے - سرآمد تاریخ گویان زمن اُستادِ
مسلم الثبوت این فن عالی منزلت قدسی مرتبت صاحب الفضائل و المناقب
جناب مولوی عبد الحی صاحب المتخلص بہ وصف مددگار مہتمم بندوبست علاقہ
سرکار عالی دام لطفہ مجہہ سے فرماتے تہے کہ سکندر نامہ نظامی علیہ الرحمۃ
کے کسی ایک شعر کی معنوی تحقیق کے متعلق حضرت والد مرحوم نے آٹہہ
ورق لکہہ ڈالے تہے اور وہ شرح عموماً ایسی دلکش اور مرغوب طبایع ہوی
تہی کہ عالیجناب فردوس مآب مولانا مولوی حیدر علیصاحب مناظر سنی
وشیعی و مصنف منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکی نقل کرلی تہی -
اگرچہ وہ شرح اسوقت میرے پاس نہین ہے اور یقیناً حضرت والد مرحوم
کے بہت سے نایاب تحریرات کے ساتہہ وہ بہی نہین معلوم کیا ہوی - مگر

اسمین کوئی شک نہین کہ فارسی کے درسی اور غیر درسی کتابون کے ساتھہ
حضرت والد مرحوم و مغفور کو فطرتی نسبت اور قدرتی لگاؤ تھا جو کسی طرح اور
کسی حالت مین کم نہین ہوتا تھا۔ دیکھئیے عرفی شیرازی غفر اللہ لہ کے
اس شعر کی شرح کس عمدگی سے تحریر فرماتے ہین ؎

منکہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب　　مرغ اوصاف ترا از اوج بیان انداختہ

نزد والد ہیچمدان معنی و ترکیب شعر چنان است کہ در صدر بیت حرف کاف
متضمن استفہام استحقاری است چنانکہ خواجہ حافظ فرماید ؎

منکہ باشم کہ بران خاطر عاطر گذرم　　لطف ہا میکنی ای خاک درت تاج سرم

یعنی من در چہ شمار و مقدارم جائیکہ رائی گرامی و ضع ادب از اوج بیان عقل
کل مرغ اوصاف ترا بر انداختہ است پس ناوک انداز ادب فاعل انداختہ واوج
بیان مفعول فیہ و ورا سے ما بعد عقل کل اضافی است متعلق بر اوج بیان نہ مفعولی
ومنشاء مغالطہ ہمین است کہ این را را مفعولی دانستہ اند و از نا دانستگی
در شبہہ دو مفعول افتادہ اند۔ ناوک انداز ادب کنایہ از صفت حفظ مراتب
و عقل کل نفس قدسی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مرغ اوصاف اشارہ بحدیث
(لا) احصی ثناء علیک باشد فقط منقول از انشای والد حصہ دوم صفحہ (۱۶۵)

اور دیکھئیے مرزا غالب دہلوی مرحوم کتاب عود ہندی مین پیرہن کاغذی
کے معنے لکھتے ہین کہ ایران مین رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے
پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ
کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجانا تمت کلامہ اور حضرت والد مرحوم تو ق صراحت

مین تحریر فرماتے ہین کہ فریادیون کا لباس جو قدیم مین دستور تہا - یہہ کنایہ ہے عجز و بیچارگی و تظلم وزاری سے - اب سے نئے اس اصطلاح کے معنے بیان کرنے مین مرزا صاحب نے جو غلطی کی ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ مرزا نے فارسی کے قدیم لغات مثل بہار عجم اور برہان قاطع کے دیکہے تہے اُن لغات مین اس اصطلاح کے معنے صرف دادخواہی کے لکہدئے ہین تو مرزا نے یہہ سمجہا ہوگا کہ زمانۂ حال مین بھی یہہ طریقہ جاری ہے مگر حضرت والہ مرحوم نے جو شعر و سخن کے علاوہ تحقیق کے دلدادہ اور عاشق و شیدا تہے زمانۂ موجودہ کے لغات اور نو تصنیف شدہ کتابون کو دیکہا تہا لہذا حضرت ممدوح سے ایسی غلطی نہوی چنانچہ **فرہنگ انجمن آرای ناصری** مین **میرزا ہدایت** مرحوم جو پایۂ تخت ایران کے امیر الشعرا تہے لکہتے ہین کہ **کاغذین جامہ** کنایہ از عجز و بیچارگی و تظلم است چنانچہ خواجہ حافظ گفتہ **ع** کاغذین جامہ بخونابہ بشوئیم کہ فلک ✤ رہنمائیم بسوے علم دادنکرد ✤ ورسم بودہ است کہ در ولایت در زمان تظلم جامۂ کاغذین بپوشیدہ اند و **توقع صراحت** مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین بلکہ لفظون کے نیچے کچہہ ہندسے لکہے ہوے ہین جو صرف دور و دراز کے اشارات ہین جنکو سوا ایک شخص درمعمولی لیاقت کا آدمی ہرگز نہین سمجہہ سکتا مگر مین نے اُن اشعار کو اسیطرح ہندسون کے ساتہہ شرح مین درج کردیا تہا - اُسکی وجہ یہہ تہی کہ اُسوقت تک کوئی شرح **دیوان غالب** کی شایع نہین ہوی تہی اور عام طور پر بلا تخصیص

غالب کا کلام ادق مانا جاتا تہا لہذا مین نے یہہ سمجہا کہ ان اشارون اور ہندسون سے بھی کچھہ نہ کچھہ کام نکل آئیگا۔ کچھہ نہونے سے تو ان اشارون کا ہونا بہتر ہے کیونکہ غور کرنے سے کچھہ نہ کچھہ معنے نکل آوینگے۔ اسی لحاظ سے مین نے ایک لفظ کے معنے مل گئے تو اُن کو بھی درج کردیا۔ میری غرض یہہ تھی کہ شرح کا سرمایہ فراہم ہوتا جائے اور جہان تک ہوسکے دقت اور اشکال کم ہوتا جائے نہ یہہ کہ مین اُسکو کامل شرح سمجہتا تہا۔ کبھی مین اوسکو کامل و مکمل شرح نہین سمجہتا تہا لہذا میری سعی مشکور ہونی چاہئیے نہ مورد اعتراض

مرزا غالب دہلوی کے کلام کی دقت کو کون نہین جانتا اور اون کے اشعار کے مشکل و دقیق ہونے کو کون نہین مانتا۔ اسی دقت اور اشکال کی وجہ سے بعض شعرا اُن کے اشعار کو مہمل کہتے ہین اور یہہ قطعہ تو مشہور ہے قطعہ

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہی اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے
مگر انکا کہا یہہ آپ سمجھین یا خدا سمجھے

خود مرزا نے اسکا جواب یون دیا ہے ؎ نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا + نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی + اسمین کوئی شک نہین کہ مرزا صاحب بڑے نازک خیال اور دقت پسند تھے + اُن کے کلام مین جو نزاکت اور دقت ہے وہ فی الحقیقت خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور جلال اسیر کی دقت کلامی سے کچھہ کم نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کلام عام فہم ہو نہین سکتا۔ ایسے کلام کے لئے شرحون کی اور شارحون کی ضرورت ہے اگرچہ خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور ناصر علی کے اشعار کی شرحین موجود ہین

مگر مرزا کے کلام کی شرحین اب تیار ہو رہی ہین فی الحقیقت خیالبند و نکا کلام شرح کا محتاج ہے برخلاف سلاست پسندون کے کہ انکا کلام عام فہم اور خاص پسند ہوتا ہے خیال بند شعرا کو یہہ بات کہان نصیب ہے مرزا کے بعض اشعار جو وثوق صراحت مین مندرج نہین ہین اور در حقیقت وہ اشعار شرح طلب ہین اور کسی نے آج تک اون کی شرح چنانکہ باید و شاید نہین لکھی ہے یا تازہ مضمون میرے ذہن مین آگئے ہین تو مین نے ویسے اشعار کی شرح بہی لکھکر اس ضمیمہ کے اندر داخل کی ہے - بہر حال اس ضمیمہ کے اندر مین نے سیکڑون عمدہ اور مفید اور دلکش مطالب مندرج کئے ہین اور ضمیمہ کیا ہے بلحاظ مضامین کی کثرت اور کتاب کی ضخامت کے اصل شرح سے بہت بڑہکر ہے -

جب اس رسالہ کی قدر ہو گی اور یہہ رسالہ پبلک مین منظور نظر اور مقبول قلوب ہو گا خصوصاً سرتاج ارباب علوم سرحلقۂ اصحاب فہوم ادیب لادبا استاذ الفضلا شہنشاہ فضل و کمال - سرور و سردار علمائے ماہنی و حال - مربی علم و ہنر قدردان کمال - رشک فلاطون - غیرت افزاے ارسطا طالیس - عالیجناب فیضماب آنریبل مولوی سید حسین صاحب بلگرامی - بی - اے - المخاطب بہ نواب موتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر پرایویٹ سکرٹری علیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی - ناظم تعلیمات حیدر آباد دکن دام اقبالہ و اجلالہ اس رسالہ کو لیئے ملاحظہ اقدس و اشرف سے مشرف و ممتاز فرماینگے اور پسند کرینگے تو یہہ خاکسار اس شرح کے دوسرے حصون کو شایع کریگا

جو فی الحقیقت قابل قدر اور لایق دید ہون گے اور اسمین کوئی شک نہین کہ میرزا کے دیوان مین بہت سی باتین شرح طلب اور نازک مطالب فی الحال موجود ہین جو حل نہین ہوے اگرچہ اُن کے اشعار کی بعض شرحین لکھی گئی ہین مگر تاہم بہت سے پاکیزہ مطالب اُن شرحون مین نہین لکھے گئے اور وثوق صراحت اس شعر کے موافق ہے ؎ دران نامہ کان گوہر سفتہ راند + بسے گفتنی ہاست ناگفتہ ماند + وثوق صراحت مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین - صرف کچھہ دور و دراز کے اشارات لکھے ہوے ہین جنکو حضرت مصنف مرحوم صراحت کے ساتھہ لکھنے والے تھے مگر اجل نے صاحب موصوف کو اسقدر فرصت نہ دی ؎ تیری فرصت کے مقابل اے عمر + برق کو پابحنا باندھتے ہین - الحمد للہ تعالی کہ مین نے شرح غیر مکمل کو مکمل کر دیا + چونکہ حال ہی مین مرزا کے اشعار کی بعض شرحین شایع ہو گئی ہین لہذا میرا اسقدر نقصان ہوا کہ بعض مضامین متواردہ و مطالب متحدہ کو اپنی شرح مین سے نکال دینا پڑا تاکہ تہمت سرقہ سے محفوظ رہون - اس نقصان پر مجھے البتہ افسوس ہوا اس شرح مین مین نے بعض ابتدائی باتین بھی درج کر دی ہین - اُن سے میری یہ غرض تھی کہ اطفال مکتب بھی مستفید ہون نہ یہہ کہ اپنی شرح کو طول دیکر دوسرون کی شرح پر فوقیت جتاؤن اور نہ یہ کہ ضخامت بڑہا کر الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی کا آرصداشت بناؤن - مین نے اس شرح مین کہین کہین مرزا کے بعض اشعار پر کچھہ اعتراضات سے لکھے ہین اُن سے میری غرض نفسانیت اور تعصب یا مرزا کو بدنام و رسوا کرنا نہین ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار منظور تھا اور نہ اس سے

مرزا کی شان گھٹ سکتی ہے کیونکہ جو لوگ مشہور ہو گئے اُن کی شہرت کو کون روک سکتا ہے معہذا کوئی فرد بشر باستثناء انبیا اور رسولون کے غلطی اور سہو اور نسیان سے خالی نہین ہے **الانسان مرکب مع الخطاء والنسیان** مشہور ہے۔ لہذا حضرات ناظرین سے یہہ امید کیجاتی ہے کہ اس ہیچمدان کی تحریر بنظر غور دیکھکر شیوہ عدل و انصاف اختیار کرینگے نہ طریقہ جنگ و جدال۔

جب وثوق صراحت چھپکر شایع ہوئی تو بعض صاحبون نے مجھہ سے یہہ پوچھا کہ مولوی صاحب اردو زبان مین شعر کہتے تھے یا نہین؟ اگرچہ حضرت قبلہ گاہی مولانا و آقا مرحوم و مغفور کا فن اور پیشہ فارسی اور فارسی کی شعر و شاعری تھا مگر چونکہ کبھی کبھی اردو زبان مین شعر کہا کرتے تھے لہذا مین نے کہا کہ ہان۔ چنانچہ صاحب موصوف کے دو تین اردو اشعار جو اسوقت مجھے یاد ہین یہان لکھتا ہون تاکہ یادگار رہین وہ اشعار یہہ ہین ؎

کیا مقابل ہو تری آنکھون سے وہ — چشم ہے نرگس کو بینائی نہین

ہین ترے حیرت زدے جون آئینہ — لاکھہ دیکھین پر تماشائی نہین

ولہ

دل تنگ ہے تنگیٔ بیابان سی کہان جائے — دامن جسے سمجھا تھا گریبان نظر آیا

اس زمین مین یعنے گریبان نظر آیا۔ بیابان نظر آیا اور طوفان نظر آیا مین صاحب موصوف کے اور اشعار بہی ہین مگر مجھے اسوقت یاد نہین آتے۔

اس دیباچہ کے آخر مین اتنی بات کا ذکر کرنا نہایت ضرور ہے کہ جو دقتین بیدل اور ناصر علی اور ظہوری اور شوکت اور مرزا جلال اسیر کے خیالبندانہ

کلام مین موجود ہین ویسی مشکلین مرزا غالب دہلوی کے تمام دیوان اردو مین جو
فی الحال مطبوع اور موجود ہے پائی نہین جاتی ہین مگر پھر بھی اسمین بعض
اشعار اس قسم کے ہین جو سر دست گم ہین - اور کچھہ پتہ نہین چلتا کہ مصنف کا اُن سے
کیا مقصود ہے - اور مین نے اُن اشعار کی نسبت جو کچھہ لکھنا تہا لکھدیا ہے
شرح کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا - فقط

الراقم خاکسار
محمد عبدالواجد عفی عنہ واجد

تمام شد دیباچہ

قصیدہ بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح در مدح اعلیحضرت
قوی شوکت قدر قدرت فریدون فر سکندر در دارا دربان
قیصر نشان رستم دوران افلاطون زمان حضور پرنور سپہ سالار
مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ آصف سلطان دکن خلد اللہ ملکہ و دولتہ

ای دلبر یگانہ وای شوخ جانستان
اے طالب بہانہ وای یار رازدان

حسنت کہ دل ربود بیکدم جہان جہان
گوئی کہ بود برسر من برق بے امان

گردی تو یک نگاہ و دلم ریز ریز شد
تیر تو راست بیک قضا بود بیگمان

بودہ قوی دلم چو ہژبران جنگجوی
لیکن شدہ ز جور تو بے طاقت و توان

آن دل کہ بود جنبش و حسب عقل و نقل
دیوانہ وش فتادہ بدنبال تو دوان

اکنون بکوہ و دشت و بیابان سفر کند
آن دل کہ بود مسکن او باغ و بوستان

جا داشت دل براحت و عشرت بسینہ ام
آوارہ اش تو کردہ از خانہ و مکان

آرام داشت در بر من چنین دل خوشت
در دست اضطراب تو اش دادہ عنان

از درد دوری تو شدہ پیر سالخورد
ہرچند بودہ است دل بندہ نوجوان

بودہ است بیخبر ز غم و غصہ پیش ازین
اکنون برفت تا بہ ثریا ز دل فغان

زین جملہ جورہا و جفاہا کہ کردہ
دانم ہلاک بود سر تو نہ امتحان

تدبیر کار رفت ز دستم بدان روش
گوئی بلای صعب بدل ریخت آسمان

در عشق خویش حال دلم کردہ تباہ
گردی نہ ہیچ خوف ز عدل شہ شہان

آن شاہ نامدار کہ مشہور گیتی است (مصرع طرحی)
والا تبار فیض رسان حاتم زمان

فرخندہ چہرہ و نیک نہاد و ہنرشناس
عالی خیال و تازہ کلام و نکو بیان

ہیجا نورد و عدل شعار و ستودہ کار
خورشید دستگاہ و سخن فہم و تر زبان

جان حکومت و دل عقل و امان ملک
ایمان عدل و راحت خلق و پشتہ جہان

گاه نبرد جلوه ده تخت کامیاب — وقت نشاط غیرت جمشید کامران

آوازهٔ شجاعت او شد چنان بلند — دشمن فرار بکند از خوف چون زنان

از تیغ خونچکان وی و از سنان او — هم سینه [illegible] و سنجور زیان

تاثیر عدل اوست که در گلشن دکن — شهباز و کبک راست بیک شاخ آشیان

اهل دکن بدور عدالت شعار او — ایدل جدا نشوند [illegible] ز خان و مان

امن از برای اهل دکن عام گشته است — تخصیص نیست تا همه باشند در امان

تهذیب در زمانهٔ او در ترقی است — دوران او ز دولت جمشید بد نشان

از کثرت مدارس و از شوکت علوم — یونان نظیر گشته دکن در همه جهان

صناعی و تجارت و کسب فنون خوب — آمد ز چارسو بدیارش جهان جهان

در کشورش تجارت هر شهر و هر دیار — دارد ترقی ز فیوض صنعتش کان کان

در عهدش انتظام صفائی چنان بود — یک قطره آب چرک نریزد ز ناودان

نظم و نسق چنان بدکن گشته آشکار — گوئی نمانده است ضرورت به پاسبان

حفظ رعیتش کند این شاه کامگار — زانسان که حفظ گله خود میکند شبان

شاهی بسان حضرت آصف ندیده اند — سنجیده و حلیم جوان بخت و کاردان

در دور او بملک دکن جمع گشته اند — ارباب علم و فضل و گرامی سخنوران

زان جمله طوبی است و گرامی و هم امیر — هم عاشق است و ترکی و هم داغ خوش بیان

بحر سخن ز در معانیست موجزن — تا ابر کلک شاه دکن شد گهرفشان

ملک دکن ز کوشش او رنگ نو گرفت — آری ازین یقین بود آرایش مکان

ای مدعی که دعوی باطل همی کنی — کین انتظام شاه چنین است و آن چنان

بکشای چشم را و نظر کن که هر طرف / فیض عمیم شاه روان است چشمه سان

یابد ز جود و از پی درگاه شاه ما / بود ر سمن عقیق بمعدن گهر بکان

در دور عدل نسیم بگلشن روان بتن / بود در چمن شراب بلبن گل بباردان

این آب گشته و آن شده خون برای چه / بود ز جود شاه چه شرمنده بحر و کان

روز ازل بحکم قضا و قدر بود / خوش قدر بندگان هواخواه شکران

گشته دکن خلاص ز تدبیر او بلی / ملک است بحکومتی تدبیر آبادان

هر کس بسر برد بزمانش با من و عیش / بالجمله شد دکن ز وجودش یکی جنان

واجد چو مدح شاه نوشته تمام شود / باری برآر دست دعا را بگشا زبان

بر پنج برّ اعظم و بر پنج بحر شد قادر / یارب شود حکم وی از فضل تو روان

این دولت این حکومت و این حسن انتظام / مستحکم از عنایت حق باد جاودان

هم از بیامن کرمت رب جا نواز / افزون شود قدر هواخواه بندگان

در این چکامه هر چه نوشتم حقیقت است
اے شاعران بیک صدا نید داستان

تمام شد قصیده

وثوق صراحت پر ریویوز

نوٹ۔ اب مین چند ریویوز جو وثوق صراحت پر لکھے گئے ہین ذیل مین درج کرتا ہون اور اُن ریویوز کو درج کرنے سے پیشتر ایک تعزیت نامہ

جو عالیجناب ایچ - پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق پرنسپال نظام کالج نے اس خاکسار کے نام حضرت والد مرحوم کے انتقال کے بعد ارسال فرمایا تہا بطور یادگار نقل کرتا ہون کیونکہ اس تعزیت نامہ سے حضرت والد مرحوم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تصنیف کا اعتبار مصنف کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے - جو لوگ مصنف کے اعتبار سے ناواقف ہوتے ہین وہ جو چاہتے ہین لکہہ جاتے ہین - اور مین اس تعزیت نامہ کو حضرت والد مرحوم کے کل تصنیفات کے لئے عمدہ ریویو خیال کرتا ہون اور اسی لئے اُسکو ریویوز مین درج کرتا ہون اور چونکہ ریویوز میری درخواست پر لکہے گئے اور چہپ گئے لہذا ہر قسم کے ریویوز خواہ اُنمین تعریف ہو یا مذمت ہو ہر صورت مین اُنکا یہان مندرج کرنا لازم ہے فقط

الراقم

واجد عفی عنہ

تعزیت نامہ منجانب افلاطون زمان ارسطوی دوران عالیجناب فیضمآب ایچ - پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق صدر مدرس مدرستہ العالیہ سرکار عالی و پرنسپال نظام کالج و اوستاد اعلیحضرت

حضورپرنور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ۔

The Nizam College

نظام کالج
حیدرآباد دکن Hyderabad Deccan

No. نمبر (۱۲۲) Dated ۲۸ جون ۱۸۹۴ء

To مورخہ ۲۸ جون ۱۸۹۴ء بخدمت

جناب محمد عبد الواجد صاحب

نہایت افسوس ہے کہ مدرسہ عالیہ ایک مشہور عالم کو ہمیشہ کیلئے کہو بیٹھا۔ مولوی محمد عبد العلی صاحب والد کے انتقال کا صدمہ جو شاعری اور ہمہ دانی مین مشہور آفاق اور امور تعلیم و تربیت مین کہنہ مشاق تہے مجہکو اُسیقدر ہے جتنا آپ لوگون کو ہوگا۔ مولوی صاحب مرحوم کی عمدہ رائین اور نیک خدمتین کبہی فراموش نہین ہوسکتین سچ تو یہہ ہے کہ اُن سکے جیسا شخص نہ ملنے سے اُن کی جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہے۔ خدا ان کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے۔ آپ کو لازم ہے کہ آیہ کریمہ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ٥ کو اپنی نصب العین رکہکے دوسرے متعلقین کی تسکین اور تشفی فرمائین فقط

H. H. Hodson
ہچ پی ہاڈسن

(نقل دستخط) پرنسپل

اخبار جریدہ روزگار مدراس جلد (۲۷) شمارہ (۲۲)

مطبوعہ یکم جون سنہ ۱۹۱۰ع

ہندوستان بھر کی عام ملکی اور قومی اردو زبان جس نے آج کے دن
قریب قریب ایک مکمل علمی اور شایستہ زبان کی حیثیت پیدا کرلی ہے
اوسکا بیج بونے والا ولی اس خوش آیندہ سرزمین دکن کا بسنے والا
تھا۔ جسمین رہنے اور بسنے کا ہمین بہی آج نہایت ہی بھاری فخر حاصل
ہے۔ جسکا یہہ لگایا ہوا پودا اپنے اصلی باغ سے دُور دہلی اور لکہنو
جیسے مرکز تمدن شہرون کے نزہت بخش چمنون مین پہولتا پہلتا رہا اور
جنہین اس بات کا بہت ہی درست اور واقعی فخر رہا ہے کہ ہمارے ہی
باکمال شعرا اور ادبا نے اس نازک پودے کو سرد مہر زمانہ کی سختیون سے
مرجہانے جانے ندیا۔

غدر کی منحوس گہڑی جس نے دہلی جیسے مرکز تمدن شہر کی
اینٹ سے اینٹ بجادی اور اُسکا بن بنایا نقشہ بالکل ناپیدا بنادیا۔
خود اردو زبان کے حق مین کچہہ کم مصیبت پہونچانیوالی نہ تہی۔ اور بہت سے
شکستہ دل درد مین ڈوبے ہوے یہی سمجہہ رہے تہے کہ ہندوستان کی
قدیم مکمل زبانین جب دنیا سے رخصت ہو چکین تو پہر اس نئی نازک زبان کا
کیا ٹہکانا ہے جسکی ابہی ابتدائی حالت ہی درست ہونے پائی تہی۔
مگر زمانہ جس نے ہر وقت بالکل حیرت مین محو بنادینے والے مرقعے

پیش کرتے رہنا اپنا فرض منصبی قرار دے لیا ہے دفعتاً ایک نیا ورق
اُلٹتا ہے۔ سر سید کی دلکش اور مؤثر آواز نے اردو زبان کے لئے
ایک بالکل نیا راستہ کھول دیا جو اس سے پہلے بالکل بند تھا اور جسطرح سے
سر سید کی تعلیمی کوششون کے لئے دولت آصفیہ نے اپنی
تائید سے روح پھونک دی اسیطرح اردو لٹریچر اور اردو شاعری کو سنبھالنے
کے لئے زندہ دل دکنی اُٹھ کھڑے ہوے جنہین اردو کی پرداخت کا
اصلی حق حاصل تھا۔ اور وہ دکن ہی کی سخن سنجی اور فیاضی ہے جس نے
آج اردو کو نہ صرف دنیا سے نامراد رخصت ہونے سے بچا لیا بلکہ
اُسکے ایک طویل مدت تک زندہ و برقرار رہنے کے سامان مہیا کر دئے۔
وہ دکن ہی سے ہے جس نے ہمارے اعلیحضرت حضور نظام
خلد اللہ ملکہ کے عہد میمنت مہد مین اردو زبان کو سرکاری زبان
قرار دینے سے ایک نیا ہماری فخر اردو کے لئے پیدا کر دیا جس سے
تمام ہندوستان خالی ہے۔ اردو لٹریچر اپنی اس جلد اور متحیر کر دینیوالی
ترقی کے لئے جسقدر دکن کے بار احسانات مین دبا ہوا ہے ہمین اپنی
زبان سے اُسکے کہنے کی ضرورت نہین جب کہ اردو کا مشہور سے مشہور
اعلیٰ درجہ کا مصنف خوب سمجھتا ہے کہ حیدر آباد نے اُسکے ساتھ کیسی ہمدردی
کی ہے۔ اور کسطرح اسکے ساتھ بے منت احسانات کئے اور کیونکر شوق کی
باتون سے اُسکی کتابون کو لیا۔
وہ حیرت انگیز ترقی جو اعلیحضرت حضور نظام کی بدولت علم و تمدن کی

ہر ہر شاخ مین نظر آ رہی ہے اور جس سے خود زبان اردو محروم نہین کہی جا سکتی تھا
اور جسکے بارے مین بے تکلف یہہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ حیدر آباد اور اردو
زبان شاید بہت ہی قریب عرصہ مین لازم و ملزوم سمجھے جائینگے اوسکی ایک
معمولی نظیر یہہ کتاب **وثوق صراحت** ہے جو اسوقت بغرض ریویو
ہمارے روبرو اور درپیش ہے -

یہہ کتاب **مولوی عبدالعلی صاحب والہ** مرحوم و مغفور کی
تصنیف ہے جسمین اُنہون نے **مرزا غالب** مرحوم کے اُن اشعار کی نسبت
جو عام طور پر ایک عقدۂ ما لاینحل خیال کئے جاتے ہین ضروری چیدہ باتین
درج کی ہین اور گویا ایک مختصر سی شرح کہی جا سکتی ہے -

والہ مرحوم کے لایق فرزند مولوی **محمد عبدالواجد صاحب** نے
اس کتاب کو اپنے قابل قدر باپ کی یادگار قایم رکھنے اور شاعری کا ذوق
رکھنے والون کو ایک نیا تحفہ دینے کی غرض سے چھپوایا ہے - کتاب کی
چھپائی نہایت عمدہ اور کاغذ اچھا رکھا گیا ہے -

غالب مرحوم کی شاعری کے متعلق جنکا نام ہندوستان
کے ہر اردو خوان کو معلوم ہے - ہندوستان کے مشہور ادیب اور
مصنف **مولانا حالی** نے **یادگار غالب** مین جس عالی خیال کے ساتھہ
بحث کی ہے اُسکی بعد اب پھر کچھہ لکھنا بے وقت کا راگ الاپنا ہے -

باقی رہی **والہ** مرحوم کی شرح - **والہ** مرحوم کی فارسی شاعری اور
فن ادب کی تحقیق دکن بھر مین مسلّم مانی جاتی ہے - اُن کے فیض یافتہ

بکثرت ملین گے - یہہ یاد رکہنا چاہیئے کہ یہہ کتاب یادگار غالب کے شایع ہونے سے ایک مدت پیشتر چہپ کر شایع ہو چکی تہی - اور گو اسوقت متعدد لیئق اشخاص نے اسی مضمون پر کتابین لکہی ہین مگر اتفاقاً یہہ کہنے مین کوئی تامل نہین ہو سکتا کہ جسقدر ضروری اور اہم باتین لکہنی تہین وہ والد مرحوم لکہہ چکے - اور گو اپنے پیچہے آنیوالون کے لئے اُنہون نے بہت سے کام چہوڑ دئے ہین جیسا کہ تمام انسانی کامون کا عہدہ ہے مگر جس کام کو وہ خود کر گئے ہین بجائے خود بے نظیر کہا جا سکتا ہے - ہمین تمام اردو کا مذاق رکہنے والے اشخاص سے امید ہے کہ وہ اس کتاب مین بہت کچہہ لطف پائینگے - کتاب مولوی عبد الواجد صاحب مدرس سٹی ہائی سکول بلدہ حیدر آباد سے مل سکتی ہے -

رسالہ معارف جلد (۴) نمبر (۸) واقع پانی پت مطبوعہ اگسٹ ۱۹۰۱ع

مولوی محمد عبد العلی خانصاحب والہ مرحوم مدرس نظام کالج حیدر آباد دکن نے جو اس کالج مین بی اے کلاس کو اردو پڑہایا کرتے تہے وقتاً فوقتاً اردو دیوان غالب پر کچہہ مختصر نوٹ قلمبند کئے تہے - اُن نوٹون کو اُن کے فرزند ارجمند مولوی محمد عبد الواجد صاحب واجد مدرس فارسی سٹی ہائی اسکول حیدر آباد دکن نے ایک جگہ فراہم کر کے کتاب کی شکل مین مرتب کیا ہے اور حال ہی مین چہپوا کر شایع کیا ہے - اس کتاب کی ضخامت (۱۲) جزو کی ہے اور شارح مرحوم کے فرزند ارجمند مولوی

محمد عبدالواجد صاحب واجد سے (عار) قیمت پر ملسکتی ہے - کاش ان نوٹون کو موجودہ حالت مین نہ چھپوایا جاتا کیونکہ ہمارے نزدیک ایک طالب علم کو جو غالب کی نازک خیالیون سے واقف ہونا چاہتا ہے اُن کے مطالعہ سے کوئی بصیرت حاصل نہین ہوتی - اگر ہر نوٹ کو پھیلا کر شرح کا حق ادا کیا جاتا تو یہہ شرح البتہ مفید ہوسکتی تھی - علاوہ اس کے طریقہ شرح اور طرز بیان مین بھی بے انتہا اصلاح کی ضرورت ہے - ہماری رائے مین یہہ شرح جسکو شرح کہنا کسی حالت مین زیب نہین دیتا اگر موجودہ صورت مین نہ چھپوائی جاتی تو بہتر تہا -

گلدستہ خدنگ نظر جلد (۵) نمبر (۴) واقع لکھنو مطبوعہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

اس نام کی ایک شرح کلیات اردو میرزا غالب اکبرآبادی مرحوم حال ہی مین حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے اور اُس پر ہماری رائے طلب کیگئی ہے - ہم غالب کے دیوان کو حل طلب نہین بلکہ تبصرہ طلب خیال کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ملک مین کوئی ایسا پیدا ہو جو غالب کے کلام کی نزاکتین اور اُس کے حکیمانہ خیالات پر ایک مبسوط تبصرہ تیار کرے - لیکن جب تک یہہ نہین ہوتا اُسوقت ایسی شرحین بھی غنیمت ہین جو لفظی معنی سمجھا سکتی ہین اور غالب کے دقیق کلام کو عام فہم بنا سکتی ہین - خریداری کتاب کے لئے منشی عبدالواجد صاحب واجد مدرس اول سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن سے خط وکتابت کرنا چاہئے -

گلدستۂ معیار جلد (۳) نمبر (۳) [illegible] لکھنؤ [illegible] اگست سنہ ۱۹۰۱ء

۹۲ صفحون کی ایک عجیب و غریب داستان کتاب سوقت بہار [illegible] الہی مصنف
صاحب نے درحقیقت بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے ایسا اہم اور ضروری
کام کو باحسن وجوہ انجام دیا ہے [illegible] ہم تو اس وجہ سے [illegible] زبان
حضرت غالب کے اردو دیوان کی تصریح کی [illegible]
طور پر عام فہم زبان ہیں ۔ اور ضروری [illegible]
سے زیادہ محقق ہر شاعر حضرات اس کلام بلاغت نظام کو جہاں کہیں
نہیں سمجھہ میں آتا ہے معنی فرمادیا کرتے ہیں ۔ لہذا اس رسالہ [illegible]
بہت ہی اچھی طرح سمجھہ [illegible] کر دیا ۔ گو اس سے قبل [illegible]
کے ایڈیٹر جو اپنے آپ کو مجدد وقت لکھتے ہیں اس خدمت کو بجا لاچکے
ہیں لیکن میری نظر سے پروانہ کے کل سلسلے پرچے نہیں گذرے اسوجہ سے
اسکا فیصلہ مشکل ہے کہ اس معرکہ میں گوے سبقت کون لے گیا اور اس
نیکنامی کا سہرا کس کے سر رہا ۔ تاہم مجدد وقت صاحب کی خودستائی
کے دیکھتے اتنا پتا چلتا ہے کہ صاحب **وثوق صراحت** ہی قابل
تحسین و آفرین ہیں ۔ آجکل ملک میں ترقی تعلیم کے دیکھتے ہمیں امید ہوتی ہے
کہ پبلک اس جواہر بے بہا کو بڑی قدر سے ہاتھوں ہاتھہ لے گی ۔ کاغذ
نہایت ہی عمدہ چھپائی بہت صاف قیمت کتاب کا حجم دیکھتے بہت کم
صرف (عہ) علاوہ محصول ۔ حیدر آباد دکن

تمام شد ریویوز بر وثوق صراحت

آغاز قطعات تواریخ طبع فرجداں تحقیق

تاریخ از کلام معجز نظام سرآمد تاریخ گویان زمن اوستاد
مُسلّم الثبوت این فن۔ رشک ظہوری۔ غیرتِ نظیری سخن فہم
واقعی واقف اسرار جلی وخفی۔ عالم متبحّر علوم وفنون شیرازہ را
ماہر محقق کامل۔ مدقق فاضل۔ امام فن تاریخ دانی۔ بلبل
ہزار داستان بہارستان معانی۔ صاحب التحقیق۔ مالک
التدقیق۔ صاحب اخلاق حسن۔ خداوند سخن فیاض زمان
یکتائے دوران۔ اعضاد اخوان عالیجناب فضائل مآب
فواضل انتساب مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب قبلہ
المتخلص بہ وصف مددگار اول مہتمم بندوبست علاقہ سرکار عالی

و تلمیذ خاص حضرت والد مرحوم و مغفور ـ

همه را فراوان سپاس و ستایش — که دلخواه شد مشتهر شرح واجد

معانی نغز و مضامین نادر — سراسر بود درج در شرح واجد

بشیرین بیانی مذاق خرد را — دهد ذوق تنگ شکر شرح واجد

به تفصیل باشد عدیل مطول — بإجمال چون مختصر شرح واجد

شروح اند اکثر بخوبی ولیکن — بود از همه خوبتر شرح واجد

بعین هنربین چو کحل الجواهر — بچشم بدان نیشتر شرح واجد

اگر شعر نو طرز غالب نفهمی — نگه کن تو اے دیده ور شرح واجد

چراغ مجالس سراج محافل — بود نزد صاحب نظر شرح واجد

نظیر خودش هست خود او بخوبی — ندارد سهیم دگر شرح واجد

اگر حل معنی اشعار غالب — بتوضیح خواهی نگر شرح واجد

جمال برخ شعر غالب نموده — بمرآة خود جلوه گر شرح واجد

پذیرنده منتش شعر غالب — که دادش بهاے دگر شرح واجد

زبس تابناکے بتالیف آمد — برد آب بروے گهر شرح واجد

بدام سطور است گیسوے خوبان — بود دلکش و دل شکر شرح واجد

سطوریست یا سلک لولوی لالا — کشد خط بروے گهر شرح واجد

اگر فی المثل شعر باشد گلستان — همانا بود بار و بر شرح واجد

سراسر درست و سزاوار باشد — نویسند اگر زآب زر شرح واجد

خرد گفت با وصف تاریخ طبعش		وہد انشراح دگر شرح واجد ۱۹ ۱۳ ہجری

قطعہ تاریخ از کلام معجز نظام پیشرو صاحبان سخن مقبول
اساتذہ این فن - لاریب یکتائے زمانہ - بے شبہ ماہر یگانہ
صائب مقام - قدسی کلام - معجز نظام - صاحب دستگاہ عالی
انواع نظم را والی - بدر منیر اوج کمال - شاہد معنی را یوسف
جمال - فردوسی نشان - جامی بیان - نیر اعظم آسمان
تحقیق خلاصہ محققان صاحب تدقیق - فلک البروج
کمالی - آفتاب عروج لازوال - امام فن سخن شاعر مضمون
آفرین حضرت ذی مکرمت مولانا مولوی محمد صدیق حسن صاحب
المتخلص بہ عاشق صدر مدرس فارسی مدرسۂ العالیہ کلکتہ مد ظلہ العالی

پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن دام لطفہ

حضرت واجد ذہن رساش — داد معالی خوب بداد
بر سخن غالب بنوشت — شرح گزین مقبول فواد
مطلب مشکل زو شده حل — طالب معنی یافت مراد
وه چه نگارست جلوه فروز — چشم بدش یارب مرساد
هر که بدیدش از ره قدر — بر سر و چشم خویش نهاد
معنئ خوبش عین صواب — لفظ درستش محض سداد
وه چه مصفی بین سطور — وه چه جلی نقشش بداد
نور قلوب اہل صفا — کحل عیون اہل سواد
رمز شگرفش لایق وصف — نکتۂ نغزش قابل صاد
شامل او تصریح تمام — حاصل او تفصیل زیاد
ذخر التسہیل و من — صنعت احسن واجاد
سال چو جستم گفت سروش — شرح مبین ہر عقده کشاد

۱۳۱۹

قطعۂ تاریخ از ظہوری ظہور و نظیری نظیر فصیح اللسان بلیغ البیان سر حلقۂ شعرای اردو پروانۂ شمع شبستان گفتگو صاحب الفضائل و المناقب جناب مولوی محمد سید کاظم حسن صاحب

کنتوری المتخلص بہ شیفتہ ساکن حیدرآباد دکن

جب منشرح ہوا اردو دیوان	اور روشن ہوا نام غالب
شرح یہہ وآلہ و وآجد نے لکھی	جس سے ظاہر ہے مرام غالب
منجر سال مین منقوط حروف	اب چھپی شرح کلام غالب

رباعی تاریخ از قلم شکین رقم چراغ شبستان گرم بیانی سراپا شعلہ طور سخندانی جناب ستودہ مناقب میر نوازش علیصاحب المتخلص بہ لمعہ فرزند ارجمند جناب شعلہ صاحب مرحوم

ہے قابل شکر سعی و جد صاحب	کیا خوب لکھی ہے شرح بہر طالب
ہاتف نے کہا ہے لمعہ سال تاریخ	مطبوع ہے یہہ حل کلام غالب

قطعہ تاریخ بہ صنعت توشیح از افکار گوہر بار بلبل خوش الحان گلستان سخن واقف اسرار این فن شیفتہ شیوا بیانی نغمہ سنج بہارستان سخندانی جناب مولوی سید محمد علیصاحب نعمانی ملیح آبادی لکھنوی المتخلص بہ عرش دام لطفہ

نوشت شرح بدیوان اردوئی غالب
دلیل اہل سخن و آلۂ بلند افکار
خیال واجد خوش فکر چون رجوع نمود
شدہ ضمیمۂ تازہ بطرز نو بہار
ز عطر بیز سے افکار ہر دو اہل کمال
شمیم زلف سخن جان دمید در اشعار
نوشت عرش تسن او بصنعت توشیح
حروف فرق مصاریع گیر بے تکرار

۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ از کوکب رخشندۂ اوج سخنوری کامیاب کامران میدان فصاحت گستری بلاغت نشان گوہر فشان شیرین بیان جناب مولانا ثاقب آسی صاحب شاہپوری صدر انجمن جلسۂ اتحاد و وائس پریسیڈنٹ آف محمڈن عثمانیہ کلب حیدرآباد دکن

آفرین بر حضرت واجد کہ ہست
چرخ شعر و شاعری را آفتاب
چون رقم فرمود این نایاب شرح
بر کلام غالب عالیجناب
گفت ہاتف سال طبعش اینچنین
روح افزا ہست شرح لاجواب

۱۳۱۹ھ

ولہ ایضاً

کرد تصنیف چو این شرح جناب واجد
بدل و جان ہمہ عالم شدہ آنرا طالب
خواستم از فلک پیر چو سال طبعش
ہاتفم گفت نکو شرح کلام غالب

۱۹۰۲ء

قطعۂ تاریخ از سخنور شیرین مقال شائق کمال مورخ بیمثال

نیک خصال ستودہ مناقب جناب میرزا ورعلی صاحب اعظم تلمیذ حضرت داغ دہلوی ساکن حیدرآباد دکن

چنین شرح بنوشت واجد کنون
سن عیسوی گفت اعظم سروش
زچشم عدو خون حسرت چکید
نگر شرح دیوان غالب پدید
۱۹۰۲ء

ولہ

لکھی شرح زیبا جو واجد نے اعظم
کہی مین نے تاریخ بے چشم بد اب
ہوا انکا احسان اہل نظر پر
چھپی آج وجدان تحقیق بہتر
۱۳۱۱ھ

ایضاً

کم مین واجد کے سے یہان عالم
مشفق من جناب واجد نے
سر اعظم سے مین نے سال کہا
ذی عنایت شفیق و نیک شیم
شرح چھپوالی جبکہ اے اعظم
منزل اوج رشک باغ ارم
۱۹۰۲ء

ایضاً تاریخ در نثر

جامع الکمالات وجدان تحقیق
۱۳۱۹ ہجری

قطعہ تاریخ از مورخ شیرین مقال جناب ستودہ مناقب

سید علی رضا صاحب سلمہ اللہ الواہب

لکھی واجد نے ایسی شرح نایاب	کہ جس سے مطلب مشکل عیان ہو
چلو دوڑو خریدو شائقو اب	چھپی ہے شرح زیبا تم کہان ہو
سر امید سے ہاتف نے یا رب	کہی تاریخ مرغوب جہان ہو

۱۹ سنہ ۱۳

قطعہ تاریخ از مورخ شیرین گفتار ستودہ مناقب جناب

سید یوسف علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

شکر صد شکر چھپ گئی یہ شرح	جسکا دیکھا نہین نظیر ہمال
جو مصنف ہین اسکے اے یوسف	میرے استاد ہین وہ نیک خصال
کوئی پوچھے جو سال طبع کتاب	کہہ بلند اختری واجد سال

سنہ ۱۳۱۰ف

قطعہ تاریخ از ہیچمدان خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص بہ واجد مصنف وجدان تحقیق فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

دارم امید قدر ز ارباب عاد ملک	زین شرح تازہ ام کہ بصد آب طبع شد
ہاتف سرود مصرع برجستہ اش چنین	شرح جدید و مفرط نایاب طبع شد

ایضاً

شرح چنین نادر و پاکیزہ تر	گشت چو اے یار بصد آب طبع

گفت بمن ہاتف غیبی سنش — شرح بشد دلکش و نایاب طبع
۱۳۱۹ھ

ایضاً

شرحِ تازہ حاملِ رمزِ جدید — کردہ ام تصنیف خوش مرغوبِ ہند
طالبِ معنیِ غالب بودہ اند — آرے این شرحی بود مطلوبِ ہند
سالِ طبعش خود بجو آمد ز غیب — شرح مضمون آفرین محبوبِ ہند
۱۹۰۲ء

ایضاً

ہر کہ دید این حل و این شرح جدید — از کمالِ فرخی گل گل شگفت
ہاتفِ غیبی سنِ طبعش بمن — شرح مضمون آفرین مبسوط گفت
۱۹۰۲ء

تمام شد تواریخ طبع کتاب

نوٹ - جن صاحبون نے میری شرح کی تاریخین کہی ہین مین انکا شکرگذار ہون اور چونکہ قدیم سے یہہ رسم چلی آتی ہے کہ کتابون کے آخیر یا اول مین تاریخین اور تقریظین درج کی جاتی ہین۔ لہذا مین نے بھی یہہ تاریخین تشکر یہ کے ساتھہ یہان درج کی ہین خصوصاً عالیجناب مولوی عبدالحی صاحب وصف اور عالیجناب مولوی صدیق حسن صاحب عاشق کا مین نہایت شکرگذار ہون اور فی الحقیقت ان دونون معزز و محترم بزرگون کی تاریخین مجھہ خاکسار کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہین فقط

راقم جوش

صحتنامۂ وثوق صراحت شرح دیوان اردو غالب دہلوی

نوٹ - (=) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے مساوات کی ہے - انگریزی مین یہہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے معنے بیان کرتے ہین اُس لفظ کے بعد یہہ علامت بنا دیتے ہین - مساوات کی علامتین اور ڈیش اور اشعار کے تعداد کی ہندسات وثوق صراحت مین ہم نے لکھے ہین چونکہ مساوات کی علامت اردو کی شرح مین ایک تازہ ایجاد تھا لہذا کہین کہین مجھہ سے سہو ہو گیا ہے لہذا مین نے نظر ثانی کر کے مع دیگر اغلاط کتابت یہہ صحتنامہ مرتب کیا ہے - اور (—) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے فصل کی ہے جسکو انگریزی مین ڈیش کہتے ہین فقط

واجد عفی عنہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	=	—	۹	۵	=	—
۵	۸	=	—	۹	۷	دیدہ	دیدۂ بیخواب
۶	۱۱	=	—	۹	۷	=	—
۶	۱۲	=	—	۱۰	۸	=	—
۷	۱۱	=	—	۱۰	۹	=	—
۷	۱۵	=	—	۱۰	[illegible]	=	—
۸	۹	کو	کر	۱۰	۱۱	=	—

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۵	=	–	۳۲	۱۳	=	–
۱۱	۱۵	=	–	۲۷	۳	سادہ دکی	سادہ دلی
۱۲	۸	=	–	۳۰	۱	اور	پھلا اور
۱۲	۸	اشد	اشد من	۳۵	۱۳	دیکھکر	دیکھکر شنائی ہے
۱۲	۱۰	=	–	۳۵	۱۳	ہمارے	ہماری
۱۲	۱۲	=	–	۳۶	۴	ثمشا	ثمشاد
۱۲	۱۵	=	–	۳۷	۲	سلک	سلگ
۱۲	۱۷	چار جو	چارہ جو	۳۷	۷	نرگس =	نرگس –
۱۳	۶	=	–	۳۸	۱۷	آ ہ	آ
۱۳	۱۰	=	–	۳۹	۱۶	خنجر =	خنجر –
۱۴	۱۱	ناموس موس	ناموس	۴۰	۴	رکہتا	رُکتا
۱۷	۴	کا	کی	۴۰	۵	بےسبب =	بےسبب –
۱۸	۵	=	–	۴۰	۷	=	–
۱۸	۱۶	=	–	۴۱	۱	=	–
۱۹	۲	کے	کی	۴۱	۶	=	–
۱۹	۸	اپنی	میری	۴۱	۶	خرموسی صعق	خر موسیٰ صعقا
۲۰	۸	تڑپچھ	تڑپ	۴۱	۱۷	دبستان	دبستان پر
۲۱	۴	کا	کی	۴۲	۶	نمکدان =	نمکدان –

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۳	کی کی	کی	۵۳	۴	=	–
۴۳	۱۴	=	–	۵۴	۹	تھیا	تھی
۴۳	۱۴	کہ	تاکہ	۵۵	۱۵	=	–
۴۳	۱۶	اوسکی	اسکی	۵۵	۱۶	پاک	اک
۴۴	۱۴	=	–	۵۶	۳	=	–
۴۵	۱	ہوجاتا	ہوجاتی	۵۷	۸	اپنی	میری
۴۵	۸	کیاجاے	کرتاجاے	۵۷	۱۴	کی	کو
۴۵	۱۷	کا	پر	۵۸	۷	=	–
۴۶	۱۲	ہے	ہی	۵۸	۱۶	کی	کو
۴۷	۱۱	=	–	۶۰	۲	=	–
۴۹	۱۳	=	–	۶۲	۵	=	–
۵۰	۲	=	–	۶۲	۹	کر	کہ
۵۰	۵	گذار	گداز	۶۲	۱۶	تویسندہ	نویسندہ
۵۱	۲	پونچے	پھونچے	۶۲	۱۷	کی	کے
۵۱	۱۱	رخ نگار =	رخ نگار ۔	۶۳	۵	خوف =	خوف ۔
۵۲	۲	کرتی ہے	کرتا ہے	۶۳	۱۴	اث	اُن
۵۲	۷	بیم رقیب الخ =	بیم رقیب الخ ۔	۶۴	۱	آئے	آے
۵۴	۱۰	جملہ	جملے	۶۴	۱۰	حقیقت =	حقیقت ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۱۰	عقرب	عقرف	۷۱	۱۵	تھم	تھم تو
۵۷	۱۳	=	-	۷۳	۷	استحواری	استخبا ری
۶۲	۱۳	مشاہدہ	مشاہد	۷۴	۸	نہیں =	نہین -
۶۵	۳	آئینہ	آئنہ	۷۵	۳	جھکا	جھکو
۶۷	۱	کہ ہے =	کہ ہے -	۷۵	۸	=	-
۶۷	۲	=	-	۷۵	۸	=	-
۶۷	۶	طاقت	وہ طاقت	۷۸	۱	تھی	تہی
۶۷	۱۴	=	-	۷۸	۲	تھی	تہی
۶۸	۲	الخ =	الخ -	۷۸	۴	سرسر	صرصر
۶۸	۱۰	جانتا ہے	جانتا ہے کہ	۷۸	۶	آئینہ	آئنہ
۶۹	۲	دی ہے	دیا ہے	۷۸	۷	پایہ =	پا -
۶۹	۱۱	ہی	ہے	۷۸	۱۵	=	-
۶۹	۱۵	پون	یون	۷۹	۹	اپنا	اپنی
۷۰	۱	اس کا	اس کی	۷۹	۱۱	اُس سے	اِس سے
۷۰	۴	=	-	۸۰	۱۱	قوت	فوت
۷۰	۱۴	=	-	۸۰	۱۲	نہ پہونچا	نہ پہونچے
۷۱	۶	یہان تک	یہان تک کہ	۸۰	۱۳	اگر	گر
۷۱	۱۰	=	-	۸۰	۱۴	=	-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۳	کو	کو لہ	۹۴	۱۶	آب	اب
۸۱	۳	ہا تون	ہاتھون	۹۵	۱۰	الخ =	الخ –
۸۱	۶	ہین =	ہین –	۹۶	۳	=	–
۸۱	۱۰	دہونڈے	ڈھونڈھے	۹۶	۱۱	سمجہنی محال ہے	×
۸۲	۳	الخ =	الخ –	۹۷	۲	آئینہ	آئنہ
۸۳	۳	وہ	نہ	۹۷	۳	=	–
۸۴	۹	ہم	ہم سمجھتے نہین	۹۷	۱۱	=	–
۸۴	۱۳	الخ =	الخ –	۹۷	۱۷	مغتنم ہے =	مغتنم ہے –
۸۵	۱۰	=	–	۹۸	۳	نکہون	نکیون
۸۵	۱۲	=	–	۹۹	۱	عنقا ہے =	عنقا ہے –
۸۶	۱۲	سرگران –	سرگران =	۱۰۰	۱۲	=	–
۸۶	۱۶	=	–	۱۰۲	۵	الخ =	الخ –
۸۹	۱۱	=	–	۱۰۲	۷	نگہت	نکہت
۹۰	۳	الخ =	الخ =	۱۰۲	۸	=	–
۹۰	۵	سرنگون =	سرنگون –	۱۰۲	۱۰	الخ –	الخ –
۹۰	۱۱	نالہ	تو نالہ	۱۰۲	۱۶	در	ڈر
۹۲	۱۱	سکتے	سکتی	۱۰۴	۸	خراب	گیتی خراب
۹۴	۱۲	=	–	۱۰۶	۱۴	داغِ سامان	داغ سامان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۶	گل ہا	گل	۱۲۹	۵	=	-
۱۰۶	۱۶	اُن کے	اُسکے	۱۲۹	۸	=	-
۱۰۹	۱	فراغتِ	فراغت	۱۳۰	۱۴	=	-
۱۰۹	۱۰	نقارہ	نظّارہ	۱۳۰	۱۷	=	-
۱۱۲	۱۳	=	-	۱۳۱	۶	=	-
۱۱۳	۴	آئے	آے	۱۳۱	۱۰	الخ =	الخ -
۱۱۵	۱۱	=	-	۱۳۱	۱۳	=	-
۱۱۶	۱۴	بالغرض	بالفرض	۱۳۳	۹	بادہ پیمائی	بادپیمائی
۱۱۹	۶	میری	مری	۱۳۴	۳	مقام	درمقام
۱۱۹	۷	=	-	۱۳۴	۶	خزانہ	خزانے
۱۲۲	۵	=	-	۱۳۵	۳	میرا	میری
۱۲۴	۱۴	گلزار	بازار	۱۳۵	۱۶	جسکا	جسکو
۱۲۵	۷	=	-	۱۳۶	۳	رشتہ دوانی	ریشہ دوانی
۱۲۵	۱۳	=	-	۱۳۶	۷	کی اندازی	کے اندازیست
۱۲۶	۱۵	=	-	۱۳۷	۵	=	-
۱۲۷	۱۲	الخ =	الخ -	۱۳۷	۸	کے	کی
۱۲۸	۲	=	-	۱۳۷	۱۴	شوق	شعورخ
۱۲۸	۱۴	میری	میرے	۱۳۸	۳	کا	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱	ہنگام آرا	ہنگامہ آرا	۱۵۷	۱	ہے	ہی
۱۴۱	۱	چوڑ	چھوڑ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۴	آئینہ	آئنہ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۶	دیدۂ حیران =	دیدہ حیران —	۱۵۷	۱۳	=	—
۱۴۳	۱۱	ساغر کا	ساغر کی	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۳	الخ =	الخ —	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۴	قدم	قدوم	۱۵۸	۹	ہجرانکی	ہجران کی
۱۴۵	۴	کا	کی	۱۶۰	۱	میکشتی	میکشی
۱۴۶	۱	نفط	لفظ	۱۶۰	۱	تھی	تھے
۱۴۷	۳	نگاہ الخ	نگہ الخ	۱۶۰	۹	الخ =	الخ —
۱۴۷	۴	بڑہی	ٹرہی	۱۶۰	۱۵	خفای	قفای
۱۴۷	۸	پردا	پروا	۱۶۲	۱۲	=	—
۱۴۹	۱۳	کس نے	کس نے کہ	۱۶۲	۱۷	یعنے عاشق	یعنے عاشق کے تخت جگر
۱۵۰	۸	پرستش	پرسش	۱۶۴	۱۵	=	—
۱۵۲	۱۷	=	—	۱۶۷	۱۰	بجلی	بجہ سے
۱۵۳	۱۰	=	—	۱۶۷	۱۰	کونجکے	گونج کے
۱۵۵	۱	نامیدی	ناامیدی	۱۶۹	۳	کرگئی	گرگئی
۱۵۵	۱۴	آئینہ	آئنہ	۱۷۰	۱۳	تنکا	تنکار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۰	۱۵	=	—	۱۷۵	۳	گڑوادیں	گڑوادیا
۱۷۱	۹	آئینہ	آئنہ	۱۷۵	۱۱	دردخوازی	دردخواری
۱۷۲	۸	اسکا	اسکو	۱۸۲	۵	=	—
۱۷۴	۱۵	پوچتے تھے	پوجتے تھے	۱۸۳	۶	طلاق	طاق

تمام شد صحت نامہ مرتبہ خاکسار محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد

نوٹ معارف کے ریمارک پر یہہ صحت نامہ نہایت احتیاط کے ساتھہ تیار کیا گیا ہے - امید ہے کہ شائقانِ کلام غالب اس کے مطابق تصحیح کریں گے - الحمد للہ اب کوئی غلطی باقی نرہی فقط واجد عفی عنہ

۵ مئی ۱۹۰۲ سنہ عیسوی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
حصہ اول
باب الالف
ضمیمہ
وثوق صراحت
موسوم بہ
وجدان تحقیق
اس ضمیمہ کو
خاکسار محمد عبدالواجد واجد تخلص عفی عنہ فرزند عالیجناب مولانا مولوی شیخ محمد عبد العلی
والہ مرحوم و مغفور و مدرس گورنمنٹ سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے تصنیف کیا
مطبع نامی گرامی کارنامۂ فخر نظام واقع حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش فریادی ہی کسکی شوخی تحریر کا ۔ کاغذی ہی پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ تصویر اکثر کاغذ پر ہوتی ہے لہذا تصویر کو کاغذی پیرہن یعنے پوشاک کاغذی دارندہ قرار دیا ہے - اس شعر کے اتنے معنے ہو سکتے ہین کہ تصویر زبان حال سے تظلم و فریاد کرتی ہے مگر ان معنون مین کوئی لطف اور نزاکت نہین کیونکہ اس سے حاصل کچھہ نہین اور تاویل و تعبیر مین بہت کچھہ گنجایش ہے چنانچہ بعض لوگ اس شعر کو تصوف مین لئے جاتے ہین اور صوفیانہ معنے بیان کرتے ہین مگر خود اُن کو یقین نہین کہ مقصود قائل یہی ہو - اور یہہ بھی ممکن ہے کہ مرزا نے مولانائے روم رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر سے

بشنو از نے چون حکایت میکند + وز جدائی ہا شکایت میکند

یہہ مضمون اخذ کیا ہو یعنے نے کی جگہ نقش اور شکایت کی جگہ فریاد اختیار کیا ہو اور اسی لحاظ سے اسکو دیوان کا مطلع قرار دیا ہو مگر یہہ مضمون اس مطلع سے

صراحت اور وضاحت کے ساتھہ ظاہر نہین ہوتا - مولانا کے شعر مین جدائی کا
لفظ ایسا ہے کہ جس سے شعر کے معنے آسانی معلوم ہوتے ہین معہذا وہ
مثنوی ہے اور علم تصوف کے متعلق ہے - مولانائے ممدوح نے مضمون
کو سلسلہ وار تفصیل کے ساتھہ بیان فرمایا ہے - اس مطلع مین وہ بات کہان
غزل کے شعر مین اسقدر تعقید معنوی معیوب ہے گویا معنی کا خون کرنا ہے کسکی
شوخی تحریر اور ہر پیکر تصویر یہہ ایسے الفاظ ہین جو شعر کو مورد طعن بنا رہے ہین -
کیا خدائے پاک کو کوئی عاقل شوخی یعنے جسارت کے ساتھہ منسوب کرسکتا ہے -
اسکا جواب یہی ہے کہ ہرگز نہین شعرائے فصاحت شعار کا یہی دستور رہا ہے
کہ تعقیدات معنوی سے اجتناب و احتراز کرتے رہے تاکہ کلام مہمل اور بے معنی
نہو جائے - پیرہن کاغذی = فارسی والون کی اصطلاح ہے - اسکے
معنے وثوق صراحت مین دیکھئے - نقش = صورت و نگار و تصویر -
نقوش اسکی جمع ہے اس شعر مین نقش بمعنی تصویر آیا ہے - فریادی =
فریاد کنندہ - فریاد کرنے والا - مگر اردو کے قاعدہ سے تصویر چونکہ تانیث
ہے لہذا یہان فریاد کرنے والی کہنا چاہئے یعنے تصویر کسکی شوخی تحریر کی فریاد
کرنے والی ہے - فریادی مین جو یائے تحتانی آخر مین ہے اوسکو
یائے فاعلی کہتے ہین کیونکہ اس یا کے معنے اسم فاعل کے ہوتے ہین -
کاغذی = منسوب بہ کاغذ - کاغذی کی یا - یائے نسبتی ہے - پیرہن =
اس لفظ مین بائے فارسی کو کسرہ ہے پیرہن - یعنے پوشاک و لباس -
پیرایان و پیراہن و پیرہند اس لفظ کے مترادفات ہین - پیرہن اصل مین کرتہ کو

کہتے ہین مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ حالیا دل دامنم بر تافتہ است
بوے پیراہان یوسفؑ یافتہ است ٭ اور سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ ز مصرش بوے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭
پیرہن سیمابی و پیرہن آبی - اسکے دوسرے مرکبات ہین - پیکر =
بروزن قیصر کالبد اور جثہ اور صورت اور تن کو کہتے ہین - یہان عضو
اور جثہ کے معنے ہین اور پیکر بمعنی بت بہی آیا ہے لہذا بت خانہ کو پیکرستان
بہی کہتے ہین مگر اس شعر مین یہہ شئے مقصود نہین ہین - شوخی بواو مجہول
طراری و بیباکی اور اس لفظ کا اطلاق اشیاے ذات الحرکت مین ہوتا ہے
محقق کامل ادیب فاضل ہیر زا ہدایت مرحوم امیر الشعراے پاے تخت ایران نے
فرہنگ انجمن آراے ناصری مین اس لفظ کی تحقیق کے متعلق لکہا ہے کہ درمیان
عوام شوخی کردن بمعنی ظرافت کردن معروف شدہ و لطیفہ گفتن بمعنی بد و کنایہ گفتن
وہر دو بخلاف است و شعرا شوخ را بمعنی معشوق خوش خلق شہرت دادہ اند و بغلط
مشہور شدہ شیخ سعدی رح بمعنی اصل ملاحظہ کردہ و گفتہ ؎ شوخی مکن
ای دوست کہ صاحب نظرانند ٭ بیگانہ و خویش از پس و پیشت نگرانند ٭ شوخ چشم
و شوخ دیدہ معشوق بے حیا و طرار - شیخ سعدی رح گفتہ ؎ پسرے شوخ چشم
و کشتی گیر ٭ شوخ چشمی کہ بگسلد زنجیر ٭ انتہیٰ حاصل یہہ کہ لفظ شوخ بمعنی طرار و
بیباک و دلیر آیا ہے اور یہہ لفظ معشوقون کی صفت مین ہی مستعمل ہوتا ہے
اور اسکے معنے ظریف الطبع اور معشوق خوش خلق کے غلط ہین - اس کے مرکبات
شوخ چشم - اور شوخ دیدہ - اور شوخ رو - اور شوخ زبان - اور شوخ طبع - اور

اور شوخ طبیعت اور شوخ تراز و صحیح اور مستعمل اور مشہور ہین - چونکہ روزمرہ اور بول چال مین اہل لسان واو معروف و مجہول مین کچھہ فرق نہین کرتے لہذا شوخ کو واو معروف کے ساتہہ ہی بولتے ہین اگرچہ وہ اصل مین بواو مجہول ہے - ہندوستان مین شوخی بمعنی خوبی بہی مشہور ہے چنانچہ شیخ ناصر علی سرہندی کہتے ہین ؎ باین شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید * بایران میفرستم تا کہ میگوید جوابش را * چنانچہ تذکرہ گلزار اعظم مین شیخ ناصر علی کے اس شعر کے تحت مین شوخی کے معنے خوبی لکھے ہین مگر اہل لغت نے اس معنی کو نہین لکہا ہے - غالباً یہہ مجازی معنے ہونگے - مرزا غالب مرحوم کے اس مطلع مین ہر اور پیکر کے الفاظ زائد اور حشو قبیح ہین کیونکہ صرف اسقدر کہدینا کہ تصویر کا پیرہن کاغذی ہے ادائی مطلب و اظہار مضمون کے لئے کافی و مکتفی ہے مگر یہہ ہی اشتباہ ہوسکتا ہے کہ یہہ الفاظ تاکید کی غرض سے لائے ہین کاغذین جامہ بمعنی کاغذی پیرہن فارسی مین آیا ہے -

کاو کاو سخت جانی ہائے تنہائی نپوچھہ	صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

یعنے مین شب فراق مین صبح ہونے سے پیشتر مرجاؤنگا - کاو کاو - حاصل بالمصدر ہے کاویدن کا - کاویدن کے معنے ہین کہودنا - کاو کاو یعنے تفحص اور تجسس اور تراشنا اور زمین کہودنا - اصل مین خزانون اور دفینون کی تلاش کو کاو کاو کہتے ہین مگر یہہ لفظ استعمال کے لحاظ سے لفظ عام نہین ہے بلکہ خاص موقع پر بولا جاتا ہے یعنے ناخن سے داغ

یا زخم کے کہودنے اور کریدنے کو کاوکاو کہتے ہین - کاو تنہا امر کا صیغہ ہے
کاویدن سے - اوسکی تکرار سے یعنے کاوکاو کہنے سے حاصل مصدر بنایا گیا ہے
اور کاوش اسکا مترادف لفظ ہے جو کافتن کا حاصل مصدر ہے - مین نے
بعض صاحبون کی زبان سے سنا ہے کہ لفظ کاوکاو پر اعتراض کرتے تہے
اور کہتے تہے کہ یہہ لفظ غیر فصیح ہے اور غزل مین لانے کے قابل نہین ہے
مگر خاکسار یہہ کہتا ہے کہ اس لفظ کی صحت اور فصاحت مین کوئی شک نہین ہے
چنانچہ عرفی شیرازی رح فرماتے ہین ؎ بے گریہ دوستدار تو آرام گیر نیست
با کاوکاوِ دیدہ ودل یا گریستن ٭ اور میرزا صائب رح فرماتے ہین ؎
از کاوکاوِ آن مژہ ام بے خبر ہنوز ٭ نگرفتہ خون من بزبان نیشتر ہنوز ٭
سخت جان = وہ جاندار ہے جسکی جان اسکے بدن اور قالب سے دیر اور
مشکل کے ساتہہ نکلے - آسانی سے اسکی جان اسکے جسم سے جدا نہو یہہ اسم
صفت ہے از قبیلِ نیک سیرت وجوان بخت ودراز قامت وغیرہ یعنے ایک
اسم صفت اور دوسرے اسم غیر صفت سے مرکب ہے - **سخت جانی** = اُسکا
اسم ذات ہے بمعنی مصدر یعنی سخت جان ہونا سخت جانی مین جو یا ہے وہ یای مصدری ہے
کیونکہ اس یا کے معنے مصدر کے ہوتے ہین - جب اسم صفت کو اسم ذات
بنایا چاہتے ہین تو اسم صفت کے آخر مین یاے مصدری لگا دیتے ہین -
جیسے نیکی و بدی - یعنے نیک ہونا اور بد ہونا اس شعر کے مصرع اول مین ہیوچہ کی
جگہہ میرس رکہدیا جائے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع
کاوکاوِ سخت جانی ہاے تنہائی مپرس -

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے ۔۔۔ سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

سینۂ شمشیر = یعنے صدرِ شمشیر۔ شمشیر کی دھار۔ سینۂ شمشیر فارسی کے اہل
لسان کی اصطلاح نہیں ہے یہہ ترکیب مرزا صاحب کے اختراعات مین
سے ہے اہل لسان دمِ شمشیر اور دمِ تیغ اور دمِ خنجر اور لبِ تیغ اور دہنِ تیغ اور
روے تیغ کہتے ہین اور اوسکی ضد پشتِ شمشیر ہے مرزا صائب رح فرماتے
ہین ؎ پشتِ شمشیر سوال از دم بود خونریز تر ٭ خامشی را بدتر از ابرام پیدا نیم ما
مرزا غالب کے اس شعر کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے
اس شعر مین شمشیر کو سینہ سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ بانکپن اور اکڑنا
اور تلنا ہے اگر شمشیر کو مشبہ اور سینہ کو مشبہ بہ قرار نہ دین تو معنی شعر مین خلل
واقع ہوتا ہے یعنے شمشیر کو شخص ذی روح قرار دینا پڑیگا جو بے لطف اور
پُر تصنع بات ہے بلکہ شعر پایۂ بلاغت سے بالکل گر پڑیگا۔ شعر کا مضمون
ظاہر ہے کہ دمِ شمشیر جو شمشیر سے باہر ہے اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاشق جو مشتاق
شہادت ہے اس کے جذبۂ بے اختیارِ شوق نے اسکو تلوار سے باہر
کھینچ لیا ہے۔ شمشیر = مرکب ہے شم اور شیر سے شم بمعنی ناخن اور شیر بمعنی
اسد درندہ مشہور چونکہ تلوار کی شکل ناخن شیر سے مشابہت رکھتی ہے لہذا
فارسی مین تلوار کو شمشیر کہتے ہین ۔

آگہی دامِ شنیدن جسقدر چاہے بچھائے ۔۔۔ مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

غالباً مرزا نے یہہ شعر اپنے اُن اشعار کی نسبت کہا ہے جو طرزِ خیال بندی مین

فکر کئے ہین اور طریقۂ بیدل رح پر کہے ہین کیونکہ جو اشعار صاف ہین اونکا مدعا
تو اظہر من الشمس ہے اور مرزا کے صاف اشعار کی حلاوت و لطافت
اور اُن کی عمدگی اور دلچسپی اور اُن کی شیرینی و تازگی کل اُستادون کے
پاس مقبول اور جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور اُنہین صاف اشعار سے
مرزا کی اُستادی کا ڈنکا تمام ہندوستان مین بجا ہوا ہے - مرزا غالب کے
جو اشعار سیدھے سادے اور صاف ہین وہ مرزا رفیع سودا رح اور میر تقی میر رح
کے اعلی اور منتخب اشعار سے کچھہ کم نہین ہین - مرزا نے راستی اور سچائی کی
راہ سے یہہ شعر کہا ہے اور اس شعر مین اپنی خرابی طرز کا آپ ہی اعتراف کیا ہے
اسی کو انصاف کہتے ہین درحقیقت مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا جلال
اسیر اور مرزا غالب وغیرہ نے جو اشعار خیال بندی کی روش ناہنجار پر
کہے ہین وہ مہمل اور بے معنی نہین ہین تو کیا ہین - ہر ایک شخص اُنکا ایک
علیحدہ معنی بیان کرتا ہے - بھلا یہہ بھی کوئی جادۂ گفتار ہے - سراسر وردِ سر
و سرمایۂ آزار ہے - ایسا کلام خیالات بنگ کا ہمدم و راز دار ہے - یا بقول
مرزا عنقا کردار ہے - چونکہ اس شعر مین مدعا کو عنقا قرار دیا ہے لہذا شنیدن
کو دام کہا ہے - میرے کی جگہ اپنے تاکید کی غرض سے کہا ہے آگہی =
واقفیت و شناسائی - آگاہی کا مخفف ہے اس شعر مین آگہی کو صیاد اور
شکاری سے تشبیہ دی ہے کیونکہ شنیدن دام اور مدعا عنقا ہے تو ان کیلئے
کوئی شکاری ضرور تھا مشبہ بہ کو جو صیاد ہے حذف کر دیا ہے اور اسکو علم
بیان مین استعارہ بالکنایہ اور استعارہ مکنی کہتے ہین -

اور دام و عنقا قرینہ ہے اور یہہ استعارہ تخئیلیہ ہے - یعنے قرینہ کو استعارہ تخئیلیہ کہتے ہین - استعارہ مکنّیٰ کا پورا بیان علم بیان مین دیکھنے سے معلوم ہوگا - دام بچھانا = دام گستردن کا ترجمہ ہے مدعا = مطلب عنقا = بالفتح عربی مین سیمرغ کو کہتے ہین اس طائر کی گردن دراز ہوتی ہے بعض لوگ عنقا بالضم کہتے ہین اور یہ غلط ہے اس پرندے کے متعلق قسم قسم کی نقلین مشہور ہین بعض حضرات کہتے ہین کہ اس پرندے کا وجود قدیم زمانہ مین تھا اور اب نہین ہے آدمیون کے بچون کو اُٹھا کر لے جایا کرتا تھا اور یہہ اُسکی غذا تھی لہذا کسی پیغمبر صاحب کی بد دعا سے کوہ قاف مین محصور اور بند ہوگیا بعض حضرات کہتے ہین کہ اسکا وجود فرضی ہے کیونکہ کسی نے اسکو نہین دیکھا ہے بہر حال ہما کیطرح عنقا بہی ایشیا کی شاعری کا جزو اعظم ہے اور یہان کے شعرا نے اُسکے متعلق بہت سے شاعرانہ مضمون پیدا کئے ہین -

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا	موے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

مطلب یہہ ہے کہ میرے پاؤن مین زنجیر نہین ہی - حالانکہ میرے پاؤن مین زنجیر پہنا دیجاتی ہے مگر اُسکے حلقے میری آتش عشق سے موے آتش دیدہ کیطرح جلجاتے ہین اور مین سراپا آزاد اور غیر مقید نبجاتا ہون - مرزا نے اس مضمون کو دوسری جگہ اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ بانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ٭ ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین ٭ غالب ٭ منادی

یعنے اے غالب **موی** = بال - **آتش دیدہ** = آگ دیکھا ہوا - یعنے وہ شئے جسکو آگ لگی ہے - آتش دیدہ اسم صفت مرکب ہے جو دو اسمون سے مرکب ہوا ہے ایک تو اسم ذات یعنے آتش اور دوسرا اسم مفعول یعنے دیدہ - **اسیری** = قید - **آتش بپا** = اسکے مجازی معنے ہین مضطرب و بیتاب مگر یہان مجازی معنے مراد نہین ہین بلکہ حقیقی معنون کو اختیار رکہنا چاہئیے تا کہ شعر کے معنی مین خلل واقع نہو - **بسکہ** = بسکہ اور ازبسکہ اور بس اور ازبس یہہ چارون لفظ مترادف ہین اور کثرت اور افراط و فراوانی و بہتات کے معنون مین آتے ہین - بسکہ اور ازبسکہ اور ازبس اردو زبان مین مستعمل ہین مگر بس بمعنئ افراط و کثرت صرف فارسی مین آتا ہے نہ اردو مین - اور ان لفظون مین کاف کا حذف کردینا جائز ہے اور کبہی حرف از کو بہی حذف کردیتے ہین - بسکہ یعنے کثرت سے اور افراط سے اور ازحدکہ - یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ازبسکہ اور بسکہ مین جو کاف ہے یہہ کس قسم کا کاف ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ کاف زائد ہے اور یہہ کاف کاف صلہ اور کاف بیان بہی ہوسکتا ہے اسمین از سببیہ اور تعلیل کے لئے آتا ہے - بس کے معنے ہین بہت اور کافی اور خاموش یعنے خاموش ہو بصیغۂ امر - سعدی رح نے آتش زمستان کی صفت مین کہا ہے ؎ بس کس کہ ز زردشت بگردید و کنون باز + ناچار کند روے سوی قبلۂ زردشت + بس کس - یعنے بہت لوگ بہت سے اشخاص حکیم سنائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ اول و آخر قرآن زچہ با آمد و سین + یعنے اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس + بس یعنے

کافی و مکتفی و کفایت کنندہ۔ کسی کا فارسی شعر ہے ؎ ردروکہ شکایت تو ناگفتہ بہ است ٭ بس بس کہ حکایت تو ناشنفتہ نکوست۔ بس بس یعنے خاموش ہو خاموش ہو۔ بسنداسکا مترادف ہے۔

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ		مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

تحفہ اور ارمغان اور ہدیہ یہہ تینون لفظ مترادف ہین۔ تحفہ اور ہدیہ عربی الفاظ ہین اور ارمغان فارسی کا لفظ ہے۔ شاعر نے جراحت اور الماس اور داغ جگر کو تحفے قرار دئے ہین اور ان تحفون کو جان دردمند کے غمخوار اور غمگسار مقرر کئے ہین۔ مطلب یہہ ہے کہ جو جو مصائب اور تکالیف ہم پر پڑتے ہین ہم اُن کی برداشت کرتے ہین اور ہمت نہین ہارتے بلکہ اون تکلیفون اور مصیبتون کو آرام و راحت خیال کرتے ہین اور اسی واسطے اُن کو غمخوار جانتے ہین اور اُن کی آمد پر مبارک دیتے ہین۔ ابن نصوح شیرازی رح کہتا ہی
رباعی با فاقہ و فقر ہمنشینم کردی ٭ بے مونس و بے یار و قرینم کردی ٭
این مرتبۂ مقربان درتست ٭ آیا بچہ خدمت این چنینم کردی ٭ دوسرے معنے یہہ ہین کہ جراحت اور الماس اور داغ جگر مہلک اور جان ستان چیزین ہین۔ ہمکو یہہ چیزین ملی ہین اب ہم مرجائینگے اور ہم کو مصائب سے نجات حاصل ہوگی چونکہ ہم زندگی مین مبتلائے آفات ہین۔ لہذا ان چیزون کے آنے سے خوش ہوتے ہین اور مبارکباد دیتے ہین کہ اب مرجانے سے دنیا کے جھگڑون اور رنجشون سے نجات حاصل ہوگی

غمخوار آیا = یعنے ہدیہ غمخوار ہے - ہدیہ غمخوار آیا - آیا کی جگہ آمد رکھدیجئے تو سالم شعر فارسی بنجاتا ہے - ؎ جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ - مبارک باد اسد غمخوار جان درد مند آمد -

صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا	جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار

قیس = مجنون عامری کا نام ہے جو قبیلۂ بنی عامر کے ایک رئیس کا بیٹا تھا - لیلاے عامری پر عاشق تھا اور اوس کے عشق میں ۸۰ھ ہجری میں انتقال کیا کہتے ہیں کہ لیلیٰ بھی اوس پر عاشق تھی - اور = دوسرا - دیگر - بروی کار آنا = بروی کار آمدن کا ترجمہ ہے - بروی کار آمدن یعنے میدان میں آنا - رونق پذیر ہونا - مشہور ہونا - ظاہر ہونا - آشکار ہونا - میرزا صائب رح فرماتے ہیں ؎ یاقوت آبدار تو آورد عافیت + خطی بروے کار که ریحان بگرد رفت + خط را بروے کار آورد یعنے خط کو ظاہر کر دیا - بہ = باے تشبیہ بمعنی مانند - بہ تنگی چشم حسود یعنے مانند تنگی چشم حسود - حسود = بفتح اول وضم ثانی بروزن فعول بدخواہ اور بہت حسد کرنیوالیکو کہتے ہیں - تھا کی جگہ بود لکھدیجئے تو مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود + مَیں نے ذرا سے تغیر و تبدل میں اس شعر کو پورا فارسی بنادیا ہے - ؎ جز قیس ہیچ مرد نیامد بروی کار صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود +

ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا	آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست

نقش درست کرنا = یعنے نقش بنانا - نقش تیار کرنا - یہہ محاورہ فارسی
یعنے نقش درست کردن کا ترجمہ ہے - سویدا = کالا نقطہ جو دل پر ہوتا ہے -
ترکیب نحوی مین نقش سویدا مفعول بہ ہے یعنے آشفتگی نے نقش سویدا کو
بنایا پریشانی اور آشفتگی یہہ دونو لفظ مترادف ہین اور فارسی مین
آشفتگی بمعنی پریشانی کثرت سے مستعمل ہے چنانچہ میرزا صائب رح فرماتے ہین
؎ آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما ✤ فانوس گرد باد شود بر چراغ ما ✤
اور مولانا ظہوری رح فرماتے ہین ؎ واعظ چہ کنی دستہ حدیث
گل و سنبل ✤ بر خیز کہ آشفتہ دماغ است دل ما - اور آشفتہ جس سے لفظ
آشفتگی بنا ہے اردو مین بھی بمعنی پریشان کثرت سے آیا ہے چنانچہ ؎
وبال آشفتہ حالون کی پریشانی کا پڑتا ہے ✤ جو کنگھی کو سواد زلف مین تشبیہ
کرتے ہین اور راقم الحروف کا شعر ہے ؎ نسیم صبح اس کا گلفشانی
سے ہے آشفتہ ✤ ذرا کہنا وہ بو اسے نافۂ تاتاریسی ہے ✤ فرہنگ
انجمن آرائے ناصری مین لکھتے ہین کہ آشفتہ بروزن آلفتہ بمعنی بہم برآمدہ و
پریشان - اور لغت بہار عجم مین لکھا ہے کہ آشفتگی - پریشانی و شوریدگی
و با لفظ کشیدن و پذیرفتن بصلہ از مستعمل - پس بعض اصحاب جو یہہ کہتے ہین
کہ آشفتگی بمعنی پریشانی نہین آیا یہہ قول انکا غلط ہے - داغ = یعنے
وہی داغ سویدا جو مصرع اول مین آیا ہے - اصل مین یہہ شعر اسطرح ہے
؎ آشفتگی نے داغ سویدا کیا درست ✤ ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ
دود تھا - مگر چونکہ اس موقع پر تکرار لفظی معیوب ہے لہذا داغ سویدا کی جگہہ مین

نقش سویدا کہا ہے۔ مصرع ثانی مین داغ سے مراد داغ سویدا ہے جو ابھی مذکور ہوا ہے۔ لفظ داغ کے معنی ہین دہبا اور نشان اور زخم اور غم وغیرہ۔ اردو والون نے داغ کو ’نا‘ یعنے علامت مصدر لگا کر داغنا مصدر بنا لیا ہے اور اسکے معنے مین فیر کرنا اور توپ یا بندوق چہوڑنا لہذا داغ بصیغۂ واحد امر حاضر بہی آیا ہے مگر فارسی مین داغیدن کوئی مصدر نہین ہے۔ داغ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہہ وہی لفظ ہے جسکو ہندی مین داگ بکاف فارسی کہتے ہین داک کے معنی جلانے اور سوختن کے ہین۔ داغ اٹھانا اور داغ دینا اور داغ کہانا اور داغ لگنا لفظ داغ کے مرکبات ہین۔ دود = دہوان سرمایہ = متاع اور پونجی۔ مرزا کے اس شعر کا مطلب یہہ ہے کہ سویدا جو سیاہ رنگ ہوتا ہے وہ دود غم سے بنایا گیا ہے اور اسی واسطے ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا دل دنیا مین غم و اندوہ سے خالی نہین ہے۔ ہر شخص کا دل کسی نہ کسی وقت مبتلائے غم ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سویدا کا سرمایہ غم کا دہوان ہے۔ ظاہر ہے کہ دہوان بہی سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سویدا بہی سیاہ ہوتا ہے اور غم کا تعلق دل کے ساتہہ ہے اور سویدا دل پر ہوتا ہے لہذا مرزا نے یہان سے یہہ مضمون نکالا کہ دلون کا آشفتہ و پریشان و غم زدہ ہونا اس بات کو بتا رہا ہے کہ سویدا کا سرمایہ دودِ آشفتگی اور دودِ پریشانی یا دودِ غم ہے جسکی وجہ سے دلون کا آشفتہ و پریشان ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔

تہا خواب مین خیال کو تجہہ سے معاملہ	جب آنکہہ کہل گئی نہ زیان تہا نہ سود تہا

خواب و خیال صنعت مراعات النظیر ہے اور زیان و سود صنعت تضاد ہے جسکو صنعت طباق بھی کہتے ہین - آنکھہ کہل جانا = یعنے جاگنا اور بیدار ہو جانا - شعر صاف ہے اور اُسکا مضمون ظاہر ہے -

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز		لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تہا

یعنے مکتب غم دل مین ہنوز مبتدی ہون - آیندہ بڑے بڑے غم و اندوہ اس عاشقی مین طے کرنے کے ہین - رفت گیا اور بود تہا یہہ ابتدائی چیزین ہین جیسے مبتدی اطفال الفاظ یاد کیا کرتے ہین -

ڈہانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی		مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تہا

داغ = دہبا - عیوب = عیب کی جمع ہے - برہنگی = ننگاپن - ننگ شرم و عار - وجود = ہستی و زندگی - شعر صاف ہے یعنے میرے مرجانے سے میرے عیوب برہنگی پوشیدہ و مخفی ہوگئے - کفن سے یعنے موت و مرگ کیونکہ مردہ کو کفن پہناتے ہین لہذا کفن سے موت کا استعارہ کیا ہے کفن نے مین دونون کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ثقل اور تنافر پیدا ہو گیا ہے -

تیشے بغیر مر نسکا کوہکن اسد		سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تہا

تیشے بغیر = یعنے بغیر تیشے کے - کوہکن = فرہاد کا لقب ہے جو شیرین کا عاشق تہا - رسوم = رسم کی جمع ہے - قیود = قید کی جمع ہے تیشہ

بسولا - مصرع ثانی مین تھا کی جگہہ بود لکھدیا جاسے تو سالم مصرع فارسی کا ہو جاتا ہے
مصرع سرگشتۂ خمار رسوم و قیود بود * سرگشتہ = حیران و پریشان -
چونکہ خمار کا اثر دماغ پر زیادہ تر ہوتا ہے لہذا سر کا لفظ مناسب خمار ہے -

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا		دل کہان کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا

دل کہان الخ = یعنے ہم نے دل کے عوض مین مدعا و آرزو و تمناے معشوق پائی ہے - ہمارے سینہ مین دل نہین ہے بلکہ تمناے معشوق ہے -
کہتے ہو کا مخاطب معشوق ہے -

دوستدار دشمن ہے اعتماد دل معلوم		آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

جو دوست تھا وہ دشمن ہے اور دل جس پر بھروسا تھا وہ بے اعتبار ہے اور آہ بے اثر ہے اور نالہ نارسا ہے یعنے ہماری یہہ حالت ہے اور ہم ان مصائب مین مبتلا ہین جیسے خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل * کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا * اور مرزا نے فارسی دیوان مین کہا ہے ؎
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز * گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتہ است
اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ آہ و نالہ جو پہلے اثر اور رسائی کے لحاظ سے دوستدار تھے اب بسبب بے اثری و نارسائی کے دشمن ہین
چونکہ آہ و نالہ کا تعلق دل کے ساتھہ ہے لہذا دل پر بھروسا نکیا چاہئے

کیونکہ دل کبھی دوست بنجاتا ہے اور کبھی دشمن ہو جاتا ہے۔ دوست و دشمن
صنعت تضاد ہے جس کے دوسرے نام صنعت طباق اور صنعت مطابقہ
ہین۔ دوستدار کو بلا اضافت پڑہنا چاہیئے کیونکہ اس بیت مین تقابل پایا جاتا
ہے یعنے مرزا نے مصرع ثانی مین دو چیزین بیان کی ہین۔ ایک چیز آہ اور
دوسری نالہ۔ اُن کے تقابل مین بلحاظ ترتیب مصرع اول مین دوستدار
اور اعتمادِ دل دو چیزین مطلوب ہین۔ دوستدار کو باضافت پڑہین تو دل
اوسکا بتدا ہو گا۔ اس حالت مین مصرع اول مین ایک ہی اسم مذکور ہوا اور
تقابل کا لطف جاتا رہا۔ درحقیقت یہہ مضمون خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے۔ خواجہ رح فرماتے ہین ؎ شب تاریک بیم موج و گردابے چنین ہایل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا۔ لیکن خواجہ کے شعر مین (حالِ ما)
ایسا لفظ ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ آپ بیتی فرمارہے ہین
جگ بیتی یا پر بیتی کی ٹھیک نہین۔ کیونکہ اسمین وہ کیفیت نہین جو خاص اپنے
دل اور دماغ اور طبیعت مین پیدا ہوتی ہے۔ **معلوم** = فارسی کا محاورہ
ہے بمعنی نیست اسکے معنی یہہ ہین کہ نہین ہے چنانچہ حیدری تبریزی
کہتا ہے رباعی درکشورِ ہند شادی و غم معلوم + آنجا دل شاد و جان
خرم معلوم + جائیکہ بیک رو پیہ آدم نخرند + آدم معلوم و قدرِ آدم معلوم
یعنے کشورِ ہندوستان مین شادی اور غم نہین ہے اور وہان دلِ شاد
اور جان خرم نہین ہے اور آدمی نہین اور قدر آدمی کی نہین۔

سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری		حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا

یعنے سادگی کے لئے پرکاری اور بیخودی کے لئے ہشیاری لازم ہے۔ کیونکہ حسن جو سادہ اور بیخود ہے عین تغافل مین جرات آزمائی کر رہا ہے جو پرکار اور ہوشیار کا کام ہے یعنے معشوقان حسین سادہ پرکار اور مست ہشیار ہین ان کو سادہ و مست نکہئے بلکہ پرکار و ہوشیار کہنا چاہئے کیونکہ اگر سادہ اور مست ہوتے تو جرات آزمائی نکرتے۔ یہان تغافل سے مراد سادگی اور بیخودی ہے۔ تغافل مین یعنے سادگی و بیخودی مین کیونکہ جو شخص سادہ و بیخود ہوگا وہ ضرور غافل ہوگا۔ سادہ حسن کے صفات مین سے ہے مگر بیخود حسن کی صفت میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ اگر بیخودی کے معنی حیرت لئے جائین تو بھی حسن کی صفت حیران نہین ہوسکتی۔ یہہ الفاظ یعنے حسن حیران و حسن بیخود استادون کے کلام مین نہین دیکھے گئے۔ **پرکاری** = یعنے عیاری و طراری و مکاری۔ **بیخودی** = یعنے مدہوشی و حیرت سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری مین واو ملازمہ کا ہے اور سادگی و پرکاری اور بےخودی و ہشیاری صنعت تضاد ہے۔ یہہ طرز گفتار فصحا کے پاس معیوب اور نہایت بدنما ہے کیونکہ صرف الفاظ بطور اشارہ رکھدئے ہین مقصود قائل مین بے انتہا تعقید ہے۔ نمعلوم مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ گئے۔ اس شعر کا پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری ٭

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہمنے اپنا دل	خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

غنچے اور دل مین تشبیہ تامہ اور تشبیہ حسّی ہے اور اسی تشبیہ کیوجہ سے مرزا صاحب نے یہہ عمدہ مضمون پیدا کیا ہے غنچہ = گل ناشگفتہ کو کہتے ہین - بعض اہل تحقیق لکھتے ہین کہ غنچہ اصل مین گنجہ ہے اور مصدر گنجیدن سے بنایا گیا ہے کیونکہ غنچہ مین گنجیدگی اور گرد آوری ہوتی ہے - اور لہذا غنچہ بجیم عربی صحیح ہے نہ بجیم فارسی - اگرچہ یہہ تحقیق قرین قیاس ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے مگر غنچہ بجیم فارسی کہنا چاہئے کیونکہ یہہ لفظ اسیطرح گوش آشنا اور مشہور ہوگیا ہے - غنچہ بجیم عربی رکیک اور غیر فصیح ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اہل فصاحت نے اس لفظ مین گاف کی جگہ غین معجمہ اور جیم عربی کی جگہ جیم فارسی کو فصاحت کے لئے اختیار کیا ہے -

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی		ہمنے بارہا ڈہونڈہا تمنے بارہا پایا

یعنے اے معشوق ہمارا دل تمہارے پاس ہے ہمارا دل ہمارے پاس نہین ہے - بلکہ تمہارے نزدیک ہے کیونکہ تمنے اسکو بارہا حاصل کیا ہے - اس شعر مین یعنے حشو قبیح ہے -

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چہڑکا		آپ سے کوئی پوچہے تمنے کیا مزا پایا

یعنے شور پند ناصح سے ہمارا زخم عشق بڑہ گیا - جیسے زخم پر نمک چہڑکنے سے سوزش بڑہجاتی ہے مگر ناصح کا کوئی فایدہ نہوا لہذا ناصح نے فضول گوئی کی - یہہ رندانہ مضمون ہے - اس غزل کا وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ہے

اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے - یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اُسکی آوارگی مراد ہین - آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز پر نمک و نمکین کو بہی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظِ نمک کے ساتہہ تناسُب و مناسبت رکہتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعتِ ایہام التناسب پیدا ہو گئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے - صنعت ایہامُ التناسُب کی تعریف یہی ہے کہ معنیٰ غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسُب رکہے - اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہو جاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے - عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین -

دل مرا سوزِ نہان سے بیمحابا جل گیا	آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوزِ نہان = سوزِ اندرونی جو آتشِ عشق کیوجہ سے تہا - بے محابا = بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعتِ تضاد ہے مگر یہان گویا اداتِ تشبیہ مین سے ہے -

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تہا جل گیا

یعنے عشق و عاشقی کی آگ ایسی لگی کہ خانۂ دلمین جو کچھہ اثاثہ تھا وہ سب جل گیا تا بحدیکہ ذوق وصل اور یاد یار جو نہایت مرغوب و مطلوب چیزین تھین وہ بھی جلکر راکھہ ہوگئین۔ یہان آگ سے آتش عشق مراد ہے۔ عشق و عاشقی کے نتایج اکثر ایسے ہی بُرے ہوا کرتے ہین چنانچہ مجنون اور فرہاد جو دونو عاشق تھے اُن کے قصے مشہور ہین اُن دونون عاشقون کا انجام مرگ اور ہلاکت ہوا نظیری نیشاپوری رح فرماتے ہین ؎

عشق است طلسمی است کزو بام ندارد ✤ آن کس کہ ازو یافت نشان نام ندارد۔ وَلَہٗ ؎ عشق کامل نیست تا در بند مال و مسکنی ✤ آنزمان آتش علم گردد کہ سوزد خانہ را ✤ مرزا غالب کا یہہ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے۔

مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا	میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا

مصنف صاحب نے اس شعر مین لفظ ہوتا کو جو جل گیا کے بعد آنا چاہئے تھا محذوف کردیا ہے تا کہ شعر مین تعقید معنوی پیدا ہو جاے اور شعراہی طرز اور جادۂ خیال بندی پر پوری طرح سے آجاے مطلب یہہ ہے کہ مین عنقا سے بڑھکر غائب اور عنقا سے بڑہکر مشہور ہون۔ یہہ بات مشہور ہے کہ عنقا کا مقام کوہ قاف ہے مگر یہہ بات بھی معلوم ہے کہ آج تک عنقا کو کسی نے نہین دیکھا صرف اس پرندے کا نام سنتے ہین اور فارسی کے شعرا عنقا کو شہرت کے ساتھہ باندہتے ہین۔ اب شاعر یہہ کہتا ہے کہ اگر مین ملک عدم مین ہوتا تو اسکا نتیجہ یہہ ہوتا کہ میری آہ آتشین سے بال عنقا

جلجاتا یعنے عنقا کی جگہ صرف میری شہرت باقی رہجاتی اور کوئی عنقا کا نام
نہین لیتا مگر چونکہ مین ملک عدم سے بھی پرے ہون یعنے ملک عدم کو
طے کرکے کچھہ اُس سے آگے بڑہگیا ہون لہذا میری شہرت اور میرا نام
عنقا کی شہرت اور عنقا کے نام سے بڑہکر مشہور ہے **دوسرے معنے**
میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اگر مین عدم سے پرے نہوتا
تو میری آہ سے بال عنقا جلجاتا یا جل گیا ہوتا - **تیسرے معنے**
اے غافل میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اُس سے بارہا بال عنقا
جل گیا اور اب جو بال عنقا اُس سے نہین جلتا ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے
کہ اب مین عدم سے بھی پرے ہون لہذا بال عنقا کو میری آہ آتشین نہین
جلاسکتی مرزا لطف علی اصفہانی آذر تخلص جو ایران کا مشہور تذکرہ نویس
اور نامور شاعر ہے اپنے تذکرۂ آتشکدہ مین شیخ ناصر علی سرہندی کے
حال مین لکہتا ہے کہ **از کثرت استعارات از مثنوی او مطلبی
مشخص نمیشود** - میری راے مین کل خیال بند شاعرون کا کلام ایسا ہی ہے
اور مرزا کا یہہ شعر بھی ازان قبیل سے ہے - مرزا نے کتاب عود ہندی مین
جو خطوط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنمین سے ایک
مکتوب مین لکھتے ہین کہ "قبلہ ابتداے فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت
کی طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہہ تھا **ہ** طرز بیدل
مین ریختہ لکھنا ۞ اسد اللہ خان قیامت ہے ۞ ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵
برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا

آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا اوراق یکقلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال مین رہنے دئے تمت کلامہ - غالبًا یہہ شعر بھی اُنہین اشعار مین سے ہوگا - شاعر نے اس شعر مین اپنے زیادہ تر غائب اور زیادہ تر شہور ہونے مین مبالغہ اوراغراق کیا ہے جیساکہ ایک دوسری جگہ مبالغہ اوراغراق کی راہ سے کہا ہے ؎ منظر اک بلندی پرا ور ہم بنا سکتے ؛ عرش سے اُدہر ہوتا کاشکے مکان اپنا یہہ شعر جو زیر شرح ہے اصل مین اسطرح ہونا چاہئے تھا جسطرح یہان نثر مین بتایا جاتا ہے ؎ نثر مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ اے غافل بارہا میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا ہوتا یا جلجاتا -

دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار	اِس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

کار[۲]فرما = یعنے صاحب و[۳]آمر - فارسی مین ضرب المثل ہے[۴] کارکن را کارفرما بر سرکار آورد - مرزا کا ذہن اس ضرب المثل سے اس شاعرانہ مضمون کیطرف منتقل ہوا ہے - فرماتے ہین کہ میرا دل جو کارفرما تھا وہ تو جل گیا - اب رہگیا مین تنہا جو کارکن ہون - جب کارفرما نہین رہا تو کارکن کیا کرسکتا ہے - مین کیا کرون مجبور ہون معذور ہون - داغون کی بہار جو دل کی کارفرمائی سے تھی مین نہین دکھا سکتا - اگر دل ہوتا تو تجھکو یہہ بہار دکھاتا - چراغان = یہان چراغ کی جمع نہین ہے بلکہ ایک قسم کی تعذیب کا نام ہے اور وہ تعذیب

اسطرح ہوتی ہے کہ مجرم کے سر مین کئی زخم کر دیتے ہین اور ہر ایک
زخم مین ایک فتیلہ رکھکر روشن کر دیتے ہین جس سے مرجاتا ہے اور
مجرم کو نہایت ایذا پہونچتی ہے - درحقیقت یہہ تعذیب نہایت درجہ
کی وحشیانہ ہے - یہہ شعر اسطرح ہوتا تو زیادہ تر صاف اور اچھا ہوتا

ف ۔ دل اگر ہوتا دکھاتا تجھکو داغون کی بہار ٭ ان چراغون کا

کرون کیا کار فرما جل گیا ٭ مگر مرزا کی طبیعت نے جو دقت پسند ہے
چراغون کی جگہہ لفظ چراغان جو ایک غیر مشہور لفظ ہے اختیار کیا ہے
تاکہ کلام کے اندر دقت پیدا ہو جاے اور اسکو ہر شخص نہ سمجھے - مین نے
جس عنوان سے اس شعر کو کسیقدر بدل دیا ہے اسمین سلاست اور
سہل پسندی کا انداز ہے - مرزا صاحب کا یہہ شعر غلط نہین ہے جو تغیر و
تبدل کا محتاج ہو - اس تغیر و تبدل سے میری غرض یہہ تہی کہ موقع پر
دقت پسندی اور سلاست پسندی کا فرق پبلک پر ظاہر کرون اور
جہان جہان موقع ملیگا یہہ فرق انشاءاللہ ظاہر کرونگا - اس رسالے
کے دیکھنے والے ضرور یہہ بات کہین گے کہ اس شعر کو کاہیکو بدلا اور کیا
سبب اسمین تغیر و تبدل کیا لہذا مین نے اپنا عندیہ ظاہر کرنا مناسب
سمجھا ورنہ مخفف ہے وگرنہ کا -

دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا	مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل

یعنی اے غالب مین اس شعر کا مصداق ہون ف کفرست در طریقۂ ما

کینہ داشتن * آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن - میرے دل مین کینہ اور عداوت نہین ہے اور اگر کبھی کچھہ عداوت ہوتی بھی ہے تو مین ظاہر کردیتا ہون اپنے دل مین چھپا کر نہین رکھنا - مین صاف باطن اور پاکدل ہون جیسے کہ دینداروں کا طریقہ ہے مرزا نے ایک دوسری جگہہ کہا ہے

ف جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم * سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر - مگر مین نے جب دنیا دارون کو دیکھا تو اُن کو ان آیتون کے مطابق پایا وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ ظاہر مین تو ہنس کر ملتے ہین اور خندہ روئی و کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین مگر باطن مین گوشت کے بھوکے اور لہو کے پیاسے ہین اور دل مین سخت کینہ و عداوت رکھتے ہین اور مخفی طور سے نقصان پہونچانے مین مشغول و مصروف ہین - جب مین نے دنیا دارون کی دورنگی اور دوروئی دیکھی تو میرا دل اُن کے بُرے اخلاق سے افسردہ ہو گیا اور مجکو رنج ہوا بلکہ میرا دل جل گیا - یہہ شعر علم اخلاق کے متعلق ہے اور قائل نے اسمین اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنیکی ترغیب و تحریص دی ہے اور ایسے ہی اشعار اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے مصداق ہوتے ہین - مطلب یہہ کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنا ظاہر و باطن یکسان رکھے - **مین ہون اور افسردگی کی آرزو** یعنے میرے لئے افسردگی کی آرزو لازم ہے - اور ملازمہ کا ہے - **تپاک** = محبت کے جوش و خروش کو کہتے ہین - **طرز** = یعنے طریقہ اور طور اور وضع -

اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور
اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے
مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہلِ حرفہ اور اہلِ قلم اور اہلِ ذمہ
اور اہلِ کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع
آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے ۔ واحد کی مثال
بہارِ عجم مین لکھتا ہے ۔ **نثر** بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسرعت مہیا سازند
عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند یالان دوزے
ہم دران مجمع حاضر شد پرسیدندش کیستی گفت **من از اہل خیمہ ام** ۔
واحد کی دوسری مثال **اہلِ زبان** ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور
لفظ ہے **غالب** منادیٰ یعنے اے غالب ۔ کہ = کاف تعلیل ہے
کیونکہ اس کے معنے ہین ۔ دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے ۔

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا	**قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریاں نکلا**

مرزا صاحب نے عودِ ہندی مین جو رقعات مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام
لکھے ہین انمین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین
شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنے شوق سرو سامان کا دشمن ہے
دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی
ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر باتن عریان ہی کھینچی ہے
جہان کھینچی ہے انتہی کلامہ ۔ اس شعر کے معنے بیان کرنے کی یہہ وجہ ہوئی بھی

کہ مرزا کے معاصرون نے اس شعر کو اور میرزا کے اور بعض اشعار کو مہمل و بے معنی قرار دیا تھا چنانچہ مرزا نے رقعہ کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھہ کی ہے کہ قبلہ پہلے معنیٔ ابیات بے معنی سنئے فقط - لفظ رقیب کے کئی معنے ہین مگر اس شعر مین رقیب بمعنیٔ دشمن و مخالف ہی آیا ہے مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مجنون کی تصویر باتن عریان ہی کھنچتی ہے محل تامل ہے کیونکہ باتن عریان نہ کھنچے گی تو اور کیا ہوگی - ہر شخص کی جیسی حالت اور صورت اور شکل ہوگی ویسی ہی تصویر ہوگی - یہہ تو ہو نہین سکتا کہ مصور بدصورت کو خوبصورت یا خوبصورت کو بدصورت یا عریان کو باللباس اور باللباس کو عریان بنا دے خصوصاً **فوٹوگرافی** مین یہہ بات ناممکن ہے - اگر کسی مصور نے قلمی تصویر مین ایسا کیا بھی تو وہ تصویر اصلی اور حقیقی نہوی بلکہ جعلی اور غیر حقیقی ٹھیری پس مجنون جو لیلی کے عشق مین لباس سے بھی قطع تعلق کیا تھا اور اس کے جوش و خروش عشق مین ننگا ہی پڑا پھرتا تھا اسکی سچی تصویر برہنہ اور ننگی ہوگی تو باللباس کیونکر ہوگی اگر کسی مصور نے اسکی تصویر باللباس بنائی بھی تو واقعہ اور اصلیت کے خلاف بنائی یا اسکو اس زمانے کی تصویر سمجھنا چاہیے جبکہ مجنون باللباس رہتا تھا - لہذا مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مصرع قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا + محل تامل ہے اور اعتراض کرنیوالون کا اعتراض قرین قیاس معلوم ہوتا ہے - اس شعر پر ایک دوسرا اعتراض جو ہیری جانب سے ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ پردہ مین

عریان نکلا ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیز پردے مین ہوگی وہ عریان کیونکر ہوگی - ایسے تراکیب سے اجتناب کرنا چاہیے اگر اجتناب و احتراز نکیا جائے تو کلام ضرور مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے اور مقصود قائل مین بے انتہا تعقید پیدا ہو جاتی ہے - تاویل مین تو بہت کچھہ گنجایش ہے مگر عوام کے پاس - اہل علم کے نزدیک تاویلات بارده گوز شتر سے بدتر ہین - **شوق** = شوق کے اصلی معنے خواہش و آرزو کے ہین مگر فارسی مین اخیر زمانہ کے شعرا کے کلام مین شوق بمعنی عشق کثرت سے آیا ہے - **ہر رنگ** = یعنے ہر طرح ہر وضع ہر طور سے رقیب - اس شعر مین بمعنی دشمن و عدو آیا ہے رقیب کے مشہور معنے ایک معشوق کے دو عاشق یا کئی عاشق ان نام سے آپسمین نامزد ہوتے ہین یہان مقصود نہین ہین - **عریان** = ننگا - برہنہ مطلب پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ عشق و عاشقی ہر طرح سے مال مال و اسباب کی دشمن ہے - یہہ دعوی ہوا - اسکی دلیل یہہ ہے جو دوسرے مصرع مین مذکور ہوتی ہے کہ مجنون تصویر کے حجاب مین بھی عریان نکلا یعنے مجنون کو تصویر مین بھی لباس نصیب نہوا - بس مقصود قائل اسیقدر ہے مگر دوسرے مصرع کے الفاظ مساعد نہین ہین اور دلیل کالعدم ہوگئی جیسا کہ مذکور ہوا - یہہ مطلع اسطرح ہوتا تو قریب الفہم اور سلیس ہوتا - ؎ عشق ہر طرح عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کی حالت مین بھی عریان نکلا + یا ؎ عشق ہر رنگ عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کے عالم مین بھی عریان نکلا + مگر تاہم مضمون و معنی کے

لحاظ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اعتراض کی گنجایش باقی ہے ٭ شاید مرزا کا
مقصد اس تصویر سے جعلی تصویر ہے مگر اس حالت مین مضمون کی
بے لطفی اور بناوٹ ظاہر ہے ٭ رقیب سروسامان مین اشباع اضافت
ہے اور اشباع اضافت فارسیون کے پاس جائز ہے ۔ پہلے
مصرع مین نکلا کی جگہہ باشد یا آمد لکہدیجیے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع شوق ہر رنگ رقیبِ سروسامان باشد ۔ سروسامان یعنے مال و اسباب

زخم نے داد نہ دی تنگئ دل کی یارب	تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا

داد دینا = انصاف کرنا ۔ عدل کرنا ۔ ادائے حق کرنا ۔ یہہ فارسی
محاورے یعنے داد دادن کا ترجمہ ہے ۔ بسمل = یہہ لفظ فارسی
الاصل نہین ہے بلکہ مستحدث ہے کیونکہ بسم اللہ سے بنایا گیا ہے ۔
اس کے معنے ہین ذبح کرنا ۔ چنانچہ خواجہ آصفی رح فرماتے ہین ؎
قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا ٭ تا بماند حسرت دیدار او در دل مرا ٭
دم بسمل = یعنے ذبح کرنے کے وقت ۔ اور میرزا جانی غیرتی رح
کہتے ہین ؎ ذوق تیغ تو مرا داشت چنین رقص کنان ٭ این
طپیدن نہ مرا از جہت بسمل بود ۔ از جہت بسمل = یعنے ذبح کرنے
کے سبب سے ٭ بسمل کے معنے ذبیحہ اور مذبوح بھی آئے ہین اور
مرزا نوشاہ کے اس شعر مین بسمل بمعنی مذبوح یعنے ذبح کردہ شدہ جسکو
ذبیحہ بھی کہتے ہین آیا ہے پر افشان = بال افشان کا مترادف ہے

یعنے اُڑتا ہوا - پرواز کرتا ہوا - یہہ اسم حالیہ ہے - چونکہ جب کوئی
پرندہ ہوا مین اُڑتا ہے تو اکثر اُس کے پرون کو ایسی حرکت اور
جنبش ہوتی ہے جو کسی چیز کے جھٹکنے یا جھڑکنے سے مشابہت پیدا
کرتی ہے لہذا فارسی مین پرندون کے اُڑنے کو بال افشاندن اور
پرافشاندن بہی کہتے ہین - افشاندن کے معنے ہین جہاڑنا - جھڑکنا
پچھوڑنا - حرکت دینا کسی چیز کو بطریق معہود جیسے پرافشاندن یعنے
پرون کو حرکت دینا - گرد افشاندن = گرد جھٹکنا - تنگ اور چھوٹے
مقامون مین سے جو چیز نکلتی ہے شدت و حدت و سرعت کے ساتھہ
نکلتی ہے جیسے دریا کا پانی دو پہاڑون کے درمیان گھٹ کر بہتا ہے
تو بڑے زور و شور سے بہتا ہے جس جگہہ پھیل کر بہتا ہے وہان وہ
زور نہین رہتا اور دہیما دہیما بہتا ہے لہذا شاعر کہتا ہے کہ میرا دل
اسقدر تنگ اور چھوٹا ہے کہ جو تیر اُسمین سے نکلا بسبب تنگی کے
اُڑتا ہوا اور حدت و سرعت کے ساتھہ نکلا - اس لئے شاعر حسن دل
سے تنگیٔ دل کی داد طلب کرتا ہے - اس شعر کے مضمون مین بسبب
لفظ دل و سینہ کے مباعدت ہو گئی ہے کیونکہ قائل کا مقصود تو یہہ ہے
کہ تیر بہی دل بسمل سے پرافشان نکلا مگر چونکہ مصرع موزون نہوتا تہا
لہذا ضرورت وزن کے لحاظ سے دلکی جگہ سینہ کہدیا جس سے
معنیٔ شعر مین بعد اور دوری پیدا ہو گئی اور مرزا کا یہہ مطلب بہی کہ شعر
بعید الفہم ہوا کرے حاصل ہو گیا -

کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا	دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد

حسرت زدہ = حسرت کا مارا ہوا۔ یعنے پُرحسرت اور حسرت والا۔ حسرت کے حقیقی معنے دریغ اور افسوس اور پشیمانی اور شرمندگی کے ہین اور مجازی معنے آرزو و تمنا و ارمان کے ہین۔ مائدہ لذت درد = لذت درد کا دسترخوان یعنے وہ دسترخوان جسپر درد و غم کی لذتین اور آفات و مصائب کی غذائین اور رنج و الم کی نعمتین چنی ہوی ہین۔ مائدہ یعنے دسترخوان۔ کام نکلنا = برآمد مدعا کی ہونا۔ مطلب نکلنا۔ امید برآنی حاجت روا ہونی۔ یہہ کار برآمدن کا ترجمہ ہے۔ بقدر لب و دندان = یہہ فارسی زبان کی اصطلاح ہے اُسکے معنے ہین بقدر استعداد کے اور بقدر لیاقت کے۔ تو معلوم ہوا کہ فارسی کی اصطلاح مین استعداد اور لیاقت کو کنایتہً لب و دندان کہتے ہین۔ چنانچہ فارسی والے کہتے ہین کہ لب فلان چیز نیست و دندان فلان چیز نیست یعنے استعداد اور لیاقت اور شایستگی اور حوصلہ فلان چیز کا نہین ہے اور فارسی مین دہن فلان چیز و دہان فلان چیز بہی کہتے ہین جیسے زید دہن این کار ندارد یعنے زید کو اس کام کی لیاقت نہین ہے ملا طغرا کہتے ہین ؎ ما را لب جشیدن صہباے وصل نیست ✢ این بادہ را مگر بلب گل توان چشید ✢ یعنے شراب وصل کے چکہنے کی لیاقت ہمکو حاصل نہین ہے۔ شاعر نے اپنے دل حسرت زدہ کو لذت

درد کا مائدہ قرار دیا ہی اور کہتا ہی کہ بقدر ہمارے حوصلے کے اور بقدر ہماری لیاقت کے اس دستر خوان سے ہمارا کام نکلا یعنے ہم نے اپنے حوصلے کے موافق غم کھایا - یارون کا یعنے ہمارا یا میرا کیونکہ اُردو زبان کا محاورہ ہی کہ کبھی بے تکلفی کی بات چیت مین اور سادہ پن سے یارونکا لفظ ضمیر متکلم کی جگہ مین کہتے ہین - چنانچہ استاد ذوقؔ فرماتے ہین ؎ نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب ✲ ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا ✲ یارون نے یعنے ہم نے یا مین نے - مرزا غالب کے پہلے مصرع مین تھا کی جگہ بُد رکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے مصرع ؎ دل حسرت زدہ بُد مائدۂ لذت درد - بُد مخفف ہے بود کا -

ہی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند	سخت مشکل ہی کہ یہہ کام بھی آسان نکلا

نو آموز = مبتدی - آموزندۂ نو - جو ابھی سیکھنے کے لئے بیٹھا ہو یا کچھہ دن سے سیکھنا شروع کیا ہو اُسکو فارسی مین نو آموز کہتے ہین - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے ہمت = یعنے عزم و ارادہ - یہان ہمت موصوف اور دشوار پسند اُسکی صفت ہے - موصوف اپنی صفت سے ملکر یعنے ہمت دشوار پسند مبتدا ہے - اور نو آموز فنا اُسکی خبر اور ہے حرف رابطہ ہے - دشوار پسند = یعنے پسند کنندۂ دشوار اور مشکل کامون کو پسند کرنے والی - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے - سخت یعنے بہت - بڑی اور بڑا ✲ مشکل اور آسان صنعت تضاد ہے - حاصل یہہ کہ مرحلۂ فنا کا طے کرنا ہر ایک شخص سے ہو نہین سکتا - مگر ہم نے اُسکو

باآسانی طے کردیا۔

آہ جو قطرہ نکلا تھا سو طوفان نکلا	دل میں پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب

گریہ - یعنے رونا - اس لفظ کے گاف کو کسرہ ہے یہہ لفظ گریستن کا حاصل بالمصدر ہے - فارسی مین گریۂ تاک اور گریہ رگ تاک اور گریۂ چراغ اور گریۂ خامہ اور گریۂ دولاب اور گریۂ روحانی اور گریۂ شادی اور گریۂ شمع اور گریۂ شیشہ اور گریہ گاہ اور گریۂ مند اور گریۂ ناک اور گریہ گر اور گریہ ہاے ہاے اس لفظ کے مرکبات ہین - چونکہ اردو زبان درحقیقت فارسی زبان کی ایک شاخ اور شعبہ ہے لہذا اردو والے ان مرکبات کو اپنے اشعار مین مناسب مواقع پر استعمال کرسکتے ہین اور اسی غرض سے مین نے ان مرکبات کو یہان درج کیا ہے اور آیندہ برمحل و برموقع ایسے مطالب اس رسالے مین درج کئے جاینگے کیونکہ زبان کی ترقی اور کلام کی جدت و تازگی ایسی ہی باتون سے ہوتی ہے **شور اٹھانا** = یعنے شور قائم کرنا اور شور برپا کرنا - شور کے معنے یہان آشوب و غوغا و فریاد کے ہین لفظ شور طوفان کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے یعنے طوفان کے لئے شور کا ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہہ تناسب طوفان کی ذات کے متعلق ہے لہذا اس شعر مین لفظ شور سے **صنعت مراعات النظیر** پیدا ہوگئی - **غالب** = منادیٰ یعنے اے غالب - اے حرف ندا محذوف ہے - **آہ** = منجملہ اصوات کے ہے اور حسرت و افسوس و غم کے

موقع پر یہہ کلمہ بولتے ہین اور اسکا مخفف اہ بغیر مد کے صحیح اور مستعمل ہے چنانچہ حکیم سنائی رح کہتے ہین ؎ گر ترا تیغ تن زندہ کُن + ور ترا زخم حق زندہ کُن - **طوفان** = بالضم باران سخت اور آب سخت جو زمین مین سے نکلے اور سب چیزون کو غرق کردے اور یہہ اس لفظ کے حقیقی معنے ہین - اور ڈبونے والی سیل کو بھی طوفان کہتے ہین اور ہر ایک چیز جو کثرت سے ہو اور ہر شی جو اسقدر غالب ہو جائے کہ سب چیزون کو گھیر لے اور کل اشیا پر غالب آجائے اُسکو بھی طوفان کہتے ہین جیسے طوفان ہوا و طوفان آتش و طوفان بے تمیزی وغیرہ اور یہہ مجازی معنے ہین - اس کے مرکبات طوفان خروش اور طوفان خیز - اور طوفان دیدہ اور طوفان رسیدہ اور طوفان زا اور طوفان زدہ اور طوفان طراز اور طوفان کدہ اور طوفان نژاد ہین - یعنے اے غالب میرے دل مین بار دیگر گریہ نے ایک شور اٹھایا ہے لہذا افسوس ہے کہ جو قطرہ آنسو کا میری آنکھون سے پیشتر نہ نکلا تھا اب طوفان ہوکر نکلا ہے یعنے جو قطرات دل مین رہ گئے تھے اب طوفان کی شکل مین ظاہر ہو رہے ہین - کیا اچھا ہوتا اگر شور اول مین ہی یہہ قطرات نکل گئے ہوتے - اس شعر مین بار دیگر شور کے نہ اٹھنے کی تمنا پائی جاتی ہے - اور یہہ تمنا یہان لفظ آہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے یہہ شعر صاف ہے اور معنے اُسکے ہویدا ہین اس شعر کی شرح مین مین نے صرف نظم کو نثر مین لکھا ہے کوئی دوسرا بھاری کام نہین کیا ہے کیونکہ شعر کا مضمون آشکار ہے - میری رائے ناقص مین اس شعر کے

مضمون مین ضبط کی قید لگانی زاید از ضرورت ہے یعنے بوجہ ضبط نہ نکلا تھا کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قطرۂ اشک بوجہ ضعف و ناتوانی یا بوجہ عدم موجودگی یا بوجہ عدم ضرورت یا شور او ل کے رفع ہو جانے کیوجہ سے نہ نکلا ہو۔ بہر حال قیودِ مذکورہ کی پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے کیونکہ شعر کا مضمون صرف اسقدر ہے کہ پہلے ہم روتے روتے تھم گئے تھے اب پھر رونا شروع کر دیا۔

دہمکی مین مر گیا جو باب نبرد تھا		عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

دہمکی = ڈرانے والی بات اور تہدید و تخویف کو کہتے ہین۔ یہہ لفظ مونث ہے **جو** = یعنے جو شخص اور جو آدمی۔ **نبرد** = بروزن نکرد رزم و کارزار اور لڑائی و جنگ کو کہتے ہین۔ اصل مین یہہ لفظ نورد تھا اور اسکا مصدر نوردیدن ہے فارسی مین بے اور واو آپسمین تبدیل پاتے ہین اسی لئے نورد کو نبرد کہتے ہین **نبرد پیشہ** = وہ آدمی جسکا پیشہ جنگ اور لڑائی ہو۔ دہمکی دینے کی یہہ وجہ ہے کہ جو شخص عشق کے سامنے آیا ہے وہ عشق کے لایق اور قابل نہین ہے بلکہ بزدل اور زن صفت ہے لہذا عشق اُسکو اپنے ناقابل جانکر دہمکی دیتا ہے اور چونکہ وہ آنے والا در حقیقت نالایق عشق ہے لہذا صرف عشق کی دہمکی ہی مین اُسکا کام تمام ہو جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ یہان سے یہہ بات ثابت ہوی کہ عشق و عاشقی مرد کا کام ہے اور رجال پہلوان صفت ہی اس فن کے لائق ہین۔ اس شعر کے دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ

بود لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع عشق نبر دپیشہ طلبگار مرد بود عشق موصوف اور نبر دپیشہ اُسکی صفت ہے ۔

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا	اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

یعنے چونکہ مجکو حیات مین موت کا اندیشہ لگا ہوا تھا لہذا مجکو زندگی کا لطف حاصل نہوا اور میری زندگی خوف وہراس مین کٹی جو آنے والی موت کی وجہ سے مجھہ پر غالب ہوگیا تہا اور اسی ہراس وترس کے سبب سے میرا رنگ رخ یا رنگ جسمانی زرد رہتا تھا یعنے حیات مین جب موت مجکو یاد آتی تہی تو موت کے خوف سے میرا خون خشک ہوجاتا تہا اور میرا رنگ زرد پڑجاتا تھا ۔ قائل نے اس شعر مین اپنے کو انتہا درجہ کا خوف زدہ مرگ قرار دیا ہے زندگی سے یعنے حیات کھٹکا = یعنے اندیشہ اور یہہ مجازی معنے ہین حقیقت مین کھٹکا بانس کے یا لکڑی کے ٹکڑے کو کہتے ہین ۔

تالیفِ نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا مین	مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

قائل نے اپنے کو عہد طفلی سے وفادار قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی میرا مجموعۂ خیال فرد فرد تھا یعنے میرا مجموعۂ خیال کم عمری کے زمانہ مین مجتمع نہوا تھا بسبب کم عمری اور خورد سالی کے مگر باوجود اس کے مین کتب وفاداری کی تالیف کر رہا تہا یعنے وفادار تہا ۔ نسخہ ہا یعنے کتابین فرد فرد تھا یعنے پریشان تھا ۔ مکرر ۔ قائل نے اُس زمانہ سے کہ مجموعۂ خیال یعنے

مجموعۂ شعور و تمیز مجتمع ہوا تھا اپنے کو نسخہ ہستی وفا کا مولف قرار دیا ہے۔ یعنے
مین کم سنی سے عاشق وفادار ہون اور بچپن سے وفا شعار ہون۔

اس رہگذر مین جلوۂ گل آگی گرد تھا	دل تا جگر کہ ساحل دریای خون ہے اب

کہتا ہے کہ ہم پیشتر ایسے نازک دماغ اور نازک مزاج تھے کہ بسبب نازک مزاجی کے
جلوۂ گل بھی جو ایک نفیس شی ہے ہمارے دل و جگر پر گرد و خاک کیطرح ناگوار
اور ناپسند تھا مگر اب زمانۂ ناہنجار اور چرخ کج رفتار کیوجہ سے یا عشق عاشقی
کے سبب سے ہمارا یہہ حال ہے کہ ہمارے دل سے لیکر جگر تک ایک دریای
خون کا ساحل ہے یعنے دل اور جگر دریای خون کے دو کنارے ہین
اور ان دو ساحلون کے بیچ مین دریای خون ہے حاصل یہہ کہ عشق و عاشقی مین
یا زمانۂ ناموافق کیوجہ سے ہم خون پیتے ہین اور غم و غصہ کہاتے ہین اور
اب ہماری نازک مزاجی باقی نہین رہی کیونکہ غم و غصہ مین مبتلا ہین اور
عشق و عاشقی کے مصائب نے ہمکو گہیر لیا ہے۔ جلوۂ گل مبتدا اور گرد
اُسکی خبر ہے۔ دل تا جگر یعنے از دل تا جگر۔ ایسے موافق پر از کا حذف
کر دینا فارسی مین جایز ہے۔ اس رہگذر مین یعنے از دل تا جگر۔ اس
شعر مین گل کے نقطے سے نازک مزاجی کا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ دل
اور جگر اور خون اور گل صنعت مراعات النظیر ہے اور تناسب یعنے وجہ
مناسبت دل و جگر مین ذات ہے کہ یہہ دونون اعضا ہین اور خون و گل
مین صفت یعنے رنگ سے ہے کہ یہہ دونون سرخ رنگ اور لال ہوتے ہین

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی	دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

کوئی = تنکیر کیواسطے آتا ہے - فارسی مین ان مضمون کے لئے کبھی لفظ ہیچ اور اکثر یاے تحتانی مستعمل ہوتی ہے - اس موقع پر ہیچ کا لفظ بولا جایگا اسطرح **شعر** ہیچ کشمکش اندوہ عشق نمی رود - کشمکش یعنے کھینچا تانی اور فرمایش متواتر - **اندوہ** = بروزن بر کوہ غم والم اور گرفتگی دل کو کہتے ہین اسکا مخفف اندہ بغیر واو کے آیا ہے جیساکہ مرزا ہدایت مرحوم کہتے ہین **مصرع** اندہ بسخن کشید نظم - **وہی** یعنے پہلا - پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اندوہِ عشق کی کوئی کشمکش نہین جاتی ہے اور اس مصرع مین استفہام انکاری ہے - شعر صاف ہے -

احباب چارہ سازیٔ وحشت نکر سکے	زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

چارہ سازی = یعنے تدبیر و علاج - **وحشت** یعنے گھبراہٹ **زندان** = قید خانہ و محبس - **خیال** = بالکسر وہم وگمان - **بیابان نورد** = اسم فاعل ترکیبی ہے اس کے معنے ہین جنگل کو طے کرنے والا - نورد امر کا صیغہ ہے نوردیدن سے - کہتا ہے کہ جوشِ جنون مین مین نے چاہا تھا کہ جنگل کیطرف نکل جاؤن مگر میرے احباب نے میری خیر خواہی کے لحاظ سے مجکو قید خانہ مین مقید کیا تاکہ مین جنگل کی جانب جانےکو ن اور ہلاکت سے میری نجات ہو اور مین صحیح المزاج ہو جاؤن مگر کیا فایدہ

اُن کی یہہ تدبیر مفید اور منتج ہونسکی کیونکہ مین جب زندان مین داخل ہوا تو عین زندان مین جنگل اور صحرا کیطرف میرا خیال دوڑ گیا اور بیابان مین میرا خیال میرے عوض مین پھرنے لگا اگرچہ مین نے خود بیابان مین گشت نہین لگائی مگر میرا خیال برابر بیابان مین گشت لگاتا رہا ظاہر ہے کہ خیال کی رسائی ایکدم مین عرش تک ممکن ہے پھر خیال کو بیابان مین پہونچنے کے لئے کیا دیر تھی اگر کوئی شخص اپنے عالم خیال مین یعنے حالت وہم مین یہہ سمجھے کہ مین عرش پر بیٹھا ہوا ہون تو یہہ بات خیال کی راہ سے کچھہ بعید نہین ہے کیونکہ خیال وہم کو کہتے ہین اور **قوت وہمیہ** وجود اشیا اور حقایق احوال کی محتاج نہین ہے۔ کوئی شے موجود ہو یا نہو جب خیال اور وہم مین کوئی شخص اُسکا تصور کرلے تو اُسکو خیال مین اُسیطرح محسوس ہوتی ہے اگرچہ درحقیقت اُسکا وجود نہین ہے اور اسیواسطے غیر موجودہ اور معدوم اشیا کو **خیالی باتین** اور **خیالی پلاؤ** کہا کرتے ہین۔ اس شعر کے **دوسرے معنے** یہہ ہین کہ خیال نے زندان کو عین بیابان تصور کرلیا اور زندان مین گشت لگاتا رہا کیونکہ اُسکو جنگل سمجھہ لیا ہے اور ہمین وہی وحشت حاصل رہی جو صحرا مین ہوتی ہے لہذا احباب سے چارہ سازی وحشت نہو سکی۔

یہہ لاش بےکفن اسد خستہ جانکی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یہہ = اسم اشارہ قریب۔ لاش = لاشہ و مُردہ جسم۔ بےکفن =

جسکو کفن نہو بے نفی کیواسطے آتا ہے۔ **خستہ جان** = وہ شخص جسکی جان خستہ اور زخمی ہو۔ اسکے مجازی معنے تھکا ہوا اور ماندہ کے ہین۔ خستہ کے معنے مجروح و افگار و زخمی کے ہین اور یہہ لفظ بالفتح ہے اور خستہ جگر و خستہ دل و خستہ حال و خستہ روان اسکے مرکبات ہین اور خستہ جان اسم صفت مرکب ہے۔ **مغفرت** = بخشنا۔ معافی بخشش۔ فارسی مین مغفرت کو بخشیدن کہتے ہین۔ **عجب** = حیرت و تعجب اور شگفت کے معنون مین آتا ہے۔ چنانچہ خواجہ حافظ شیرازی رح فرماتے ہین ؎ ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ ٭ ازان فسانہ ہزاران ہزار دارد یاد ٭ عجب مدار یعنے حیرت نکرا ور تعجب نکر۔ مگر یہہ لفظ کبھی عجیب و غریب و نادر کے معنے بھی دیتا ہے اور بمعنی اسم فاعل آتا ہے چنانچہ اس شعر مین اسم فاعل کے معنے ہی دیتا ہے۔ عجب آزاد یعنے عجیب آزاد۔ یعنے حق تعالی غالب کو مغفرت کرے اور بخشدے بسبب اُسکی آزادی اور مسکینی کے کیونکہ اکثر آزاد لوگ غربا و مسکین ہوتے ہین۔ یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالی کا ہیکو مغفرت کرے۔ کونسی ایسی نیکی اور بھلائی کی ہے جس سے مغفرت چاہتا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ بسبب آزادی کے مغفرت کرے کیونکہ آزادی جو تھی تو وہ فقر و فاقہ و غریبی کیوجہ سے تھی اور غریبی کے سبب سے کفن تک نصیب نہین ہے اور جو مسلمان غریب و نیک مزاج ہوگا وہ مستوجب مغفرت کا ہوگا جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ الفقر فخری اور

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاء - اور آزاد لوگ
اکثر حق گو اور حق پسند ہوا کرتے ہین لہذا حق گوئی اور حق پسندی جو بسبب
آزادی کے قائل کو حاصل تھی وہ بھی مغفرت کا باعث ہوسکتی ہے اور
درحقیقت آزادی اسلام کا نام ہے - قائل نے اپنے کو شخص مردہ قرار
دیا ہے اور یہہ کلام یعنے یہہ لاش بے کفن الخ اور حق مغفرت کرے الخ
فرضی غیر شخص کا کلام ہے -

تماشای بیک کف بردن صد دل پسند آیا		شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا

شمار = یعنے حساب اور گنتی - یہہ شمردن سے امر کا صیغہ ہے اور یہان بمعنی
حاصل مصدر آیا ہے سُبْحہ = یہہ عربی زبان کا لفظ ہے - یہہ لفظ بالضم ہے یعنے
ضمہ کے ساتھہ آیا ہے بعض لوگ اسکو فتحہ کے ساتھہ بولتے ہین مگر فتحہ
کے ساتھہ بولنا غلط ہے - تسبیح کو کہتے ہین - اور سبحہ دار اور سبحہ شمار
اور سبحہ گردان اور سبحہ ور اس کے مرکبات ہین بت = حقیقت مین
اُس شکل کو کہتے ہین جسے ہندو لوگ پتھر وغیرہ سے تراش کر پوجتے ہین
چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین مثنوی
بتے دیدم از عاج در سومنات * مُرصّع چو در جاہلیت منات * چنان
صورتش بستہ تمثال گر * کہ صورت نہ بندد ازان خوب تر * عربی مین
صنم کہتے ہین اور صنم کی جمع اَصنام آتی ہے - اور بت اشرفی
اور بت زر اور بت تراش اور بت خانہ اور بت شکستن اور بت شکن

اور بتکدہ اور بت گر لفظ بت کے مرکبات ہین۔ مگر اسکے مجازی معنے یہہ نہین ہین بلکہ مجازاً عاشق اپنے معشوق کو بت کہتا ہے کیونکہ عاشق اپنے معشوق کو انتہا درجہ مین عزیز جانتا ہے اور دوست رکہتا ہے جسطرح ہنود بت حقیقی کو دوست رکہتے ہین لہذا اسکے مجازی معنے معشوق اور محبوب کے ہین **مرغوب** = یعنے پسندیدہ اور رغبت کیا ہوا **مشکل پسند** یعنے دشوار پسند اور مشکل کو پسند کرنیوالا۔ یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے۔ مشکل اسم اور پسند امر کا صیغہ ہے پسندیدن سے **تماشا** = اصل مین یہہ لفظ تماشی ہے اسکے معنے مین باہم پیادہ چلنا اور فارسی مین دیکہنے اور ہنگامے کے معنے ہین۔ یہان دیکہنے کے معنے مراد ہین اور تماشا خانہ و تماشا کدہ و تماشا گاہ و تماشا گر و تماشائی اس کے مرکبات ہین۔ **دل بردن** = یعنے دل لیجانا۔ معشوقی کرنی۔ دلبری یعنے معشوقی۔ شاعر کہتا ہے کہ عابدون کا یہہ کام کہ سَو دانون کی تسبیح ہاتہہ مین رکہتے ہین معشوق کو مرغوب آیا کیونکہ دانۂ تسبیح کو دل کے ساتہہ تشبیہ ہے لہذا معشوق سمجہتا ہے کہ مین بہی اسیطرح ایک دم مین سَو دل اُڑا لونگا جسطرح عابدون کے ہاتہہ مین سَو دانون کی ایک تسبیح ہے ٭ اسیطرح میرے ہاتہہ مین سو دل آجائین گے اور اسی عنوان سے مین دلربائی اور دلبری کرونگا۔ ۵ شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آمد ٭ تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آمد ٭ آیا کی جگہ آمد کہدینے سے سالم مطلع فارسی کا ہوگیا۔ مرزا غالب بے انتہا مغلوب الفارسی ہین۔

کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا	بہ فیض بیدلی نومیدئ جاوید آساں ہے

یعنے عاشق لوگ ہمیشہ نا امید اور مایوس ہوتے ہین کیونکہ اُن کو وصال معشوق کی اُمید نہین ہوتی - اور نومیدی عاشقی کا فیض ہے جو عاشقون کو ملا ہے اور عاشقی کے فیض سے نومیدی جو ایک کٹھن اور مشکل چیز ہے آسان ہو گئی ہے - امیدوار بوده بعافیت باشند کا سا مضمون ہے - جب دل باختہ یعنے دل عاشق شدہ کا یہہ حال ہے تو گویا کشایش کار اور حصول مدعا ہو چکا یعنے وصال معشوق حاصل ہو گا - کشادکار نے عاشقون کے دلکو پسند کر لیا ہے - کشادکار تشنیع و طنز کی راہ سے کہا ہے - مطلب یہہ ہے کہ عاشقون کے دل کی کشادو شگفتگی نہین ہوتی اور ہمیشہ کار عشاق بند ہوتا ہے ہماری کشایش کچھہ نہین اور صرف نومیدی ہماری کشایش کا نام ہے اور جسکو نومیدی کہتے ہین وہی ہماری کشایش ہے بیدلی = عاشقی نومیدی = مایوسی - جاوید = دوام - ہمیشہ کشایش کو پسند آیا یعنے کشایش نے پسند کیا - عقدۂ مشکل = دل باختہ یعنے دل عاشق شدہ وہ دل جو عاشق ہو گیا ہے اُسکو دل باختہ باضافت کہتے ہین اور یہان عقدۂ مشکل سے دل باختہ مراد ہے اور یہہ استعارہ ہے - اس شعر کے پہلے مصرع مین ہے کی جگہہ است لکھدینے سے پورا مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع بہ فیض بیدلی نومیدئ جاوید آسان است -

کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آیا	ہوا ہے سیر گل آئینۂ بے مہرئ قاتل

قاتل سے مراد معشوق ہے اور پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ معشوق کے
جور و جفا اور اُسکے ظلم و ستم کی نمایندہ یعنے دکہانے والی یہہ بات ہے
کہ اُسکو سیر گل کی آرزو اور گلگشت کی خواہش ہوی ہے - آئینہ کے حقیقی معنے
مشہور ہین جسکو عربی مین مرآة کہتے ہین مگر یہان مجازی معنے مراد ہین
اور مجازی معنے اس لفظ کے نمایندہ اور دکھانے والے کے ہین کیونکہ
آئینہ ایک آلہ ہے جو صورتون کو دکھاتا ہے - ہواے سیر گل مبتدا اور
آئینۂ بے مہری قاتل اُسکی خبر ہے - ہوا کے مجازی معنے آرزو و خواہش
و تمنا کے ہین - ہوا اور گل اور آئینہ اور مہر اور خون اور بسمل ور خون و گل
صنعت مراعاة النظیر ہے - اور وجہ مناسبت ہوا و گل مین فعل ہے کیونکہ ہوا
پہولون کو کہولتی ہے - اور آئینہ و مہر بمعنی آفتاب مین صفت وجہ مناسبت ہے
کیونکہ دونون روشن اور صاف و شفاف ہوتے ہین اور بعض آئینے آفتاب
کی شکل پر مدوّر اور گول ہوتے ہین مگر آئینہ مین تناسب کی وجہ صرف صفائی
و روشنی ہے نہ شکل - آئینہ بہی روشن ہوتا ہے اور آفتاب بہی روشن
ہوتا ہے - خون اور گل مین وجہ مناسبت صفت یعنے رنگ ہے کہ دونون
سُرخ ہوتے ہین اور خون و بسمل بہی صنعت مراعاة النظیر ہے اور وجہ تناسب
فعل ہے کیونکہ بسمل سے خون نکلتا ہے اور خون کا نکلنا بسمل کے ساتہہ
مناسبت رکہتا ہے - مرزا نے درحقیقت صنعت مراعاة النظیر کے متعلق
یہہ عجیب شعر کہا ہے جسمین کثرت سے مناسبات معنوی ہین بسمل = یعنے
مذبوح - چونکہ بسمل لہو مین لوٹتا ہے اور لہو کے رنگ سے سرخ ہو جاتا ہے

اور گل بھی سراپا سرخ رنگ ہوتا ہے لہذا گل کو بسمل قرار دیا ہے اور کہتا ہے
کہ گل گویا ایک بسمل ہے جو سرتا پا خون آلود ہے اور ہمارا معشوق اسکی
سیر کو جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ معشوق جفا پسند اور ظلم دوست ہے کیونکہ
وہ مذبوحات کی سیر کو جاتا ہے اور مذبوحات کی سیر اسکے پسند ہے۔
بسمل سے مراد یہاں گل ہے نہ بسمل حقیقی کیونکہ مصرع اول مین سیر گل کہا ہے
بخون غلتیدن بسمل یعنے گل خون مین لوٹ رہا ہے بسمل کیطرح یا یہہ کہ
گل مین بخون غلتیدن بسمل کا انداز ہے۔ بخون غلتیدن بسمل یعنے بسمل کا خون
مین لوٹنا یا یون کہئے کہ بسمل جو خون مین لوٹتا ہے۔ یہہ طرز اور یہہ ترکیب
میرزا عبد القادر بیدل کے ہین جو اہل زبان کے پاس ناپسندیدہ اور غیر
مطبوع ہین۔ آیا کی جگہ آمد لکھدیجئے تو سالم شعر فارسی ہو جاتا ہے ؎
ہوا ئے سیر گل آئینۂ بے مہری قاتل + کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آمد
بے مہری = یعنے ظلم و ستم اور جور و جفا۔ مہر محبت اور الفت کو کہتے ہین
مہر بمعنی آفتاب بھی آیا ہے مگر یہان یہہ معنے مقصود و مطلوب نہین ہین
بے فارسی مین واسطے نفی کے آتا ہے۔ بے مہری یعنے بے الفتی و بے محبتی
انداز = یعنے طور اور طریقہ۔ یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو مین
بمعنی ناز و ادا بھی مستعمل ہوتا ہے کہ = کاف تعلیل کا ہے جو بے مہری کی
علت اور بے مہری کا سبب بیان کرتا ہے۔ کیونکہ سیر گل مین بخون غلتیدن
بسمل کا تماشا نظر آتا ہے۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا	دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہوا

اپنے معشوق یا اپنی بیوفائی سے شرمندہ نہیں ہوتے اور اسلئے معشوقان دنیا و محبوبان ماہ سیما کی وفاداری سے بے معنی بات ہے۔ مطلب یہہ کہ معشوقوں سے وفا کی امید نہ رکھنی چاہئے کیونکہ معشوق بیوفا ہوا کرتے ہین **نقش وفا** یعنی نقش وفا معشوقون کا وجہ **تسلی** = باعث تسلی عاشقون کا۔ شرمندہ وہی شخص ہوگا جو بے حیا ہوگا لہذا لفظ کی شرمندگی یہہ ہے کہ بے معنی ہو۔ معشوق جو وفا کا وعدہ کرتے ہین اُس سے عاشقون کی کچھہ تسلی تو ہوجاتی ہے مگر انجام کچھہ نہین لہذا نقش وفا کو غیر متسلی اور تسلی نہین دینے والا قرار دیا ہے دہر = بالفتح زمانہ و عصر **نقش وفا** = یعنی لیاقت وفا۔ صورت وفا و استقرار حکم وفا۔ **تسلی** = یعنی دلخوشی اور خوش عیشی۔ **لفظ** = جو بولی آدمی کے منہ سے نکلتی ہے اُسکو لفظ کہتے ہین خواہ وہ بے معنی ہو یا بامعنی مگر یہان لفظ بے معنی مراد ہے کیونکہ شرمندہ معنی نہوا کہتا ہے۔ یہہ اسکا مشار الیہ وفا ہے

بہ زمرد بھی حریف دم افعی نہوا	سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا

یہ زمرد = یعنی سبزۂ خط۔ زمرد سبز رنگ ہوتا ہے اور سبزۂ خط بھی مائل بسبزی ہوتا ہے لہذا سبزۂ خط کو زمرد قرار دیا ہے۔ **خط** مجازاً سبزۂ نورستہ کو بھی کہتے ہین جو رخسار کے اطراف ظاہر ہوتا ہے اور پشت لب سے شروع ہوتا ہے اور اُسکی تشبیہ سبزہ کے ساتھہ دیجاتی ہے **حریف** یعنی مقابل اور یہہ مجازی معنے ہین حقیقت مین شخص ہم پیشہ کو حریف

کہتے ہین - اور یہان مجازی معنے مقصود ہین دم افعی = یعنے افعی کی سانس - یہان افعی سے مراد کاکل ہے کیونکہ کاکل کو افعی کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین - کاکل بمعنی زلف بہی آیا ہے اور حقیقت مین جو بال پشت سر کی جانب مین ہوتے ہین اُن کو کاکل کہتے ہین مگر اس شعر مین کاکل کے معنے زلف کے ہین - افعی = سانپون کی قسمون مین سے ایک قسم ہے جو نہایت زہرناک ہوتی ہے - دبنا = مغلوب ہونا - زیر ہونا اور یہہ مجازی معنے ہین - سبزۂ خط کی دلکشی اور دلچسپی مشہور ہے کیونکہ جو سبزۂ خط آغاز ہوتا ہے وہ بہت خوشنما ہوتا ہے چنانچہ میرزا صائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین سے یاقوت آبدار تو آورد عاقبت * خطے بروے کار کہ ریحان بگرد رفت * اور اسیری کہتا ہے سے چون سبزہ دمیدہ شد بہ بستانِ رخت * بشگفت بنفشہ در گلستان رخت اور کسی کا اردو شعر ہے سے کیون نہ دل شیفتہ ہوتا مرا اس گلرو پر حسن کا جوش بہی تہا سبزہ کا آغاز بھی تھا - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق تیرا کاکل سرکش اسقدر خوشنما ہے کہ اُسکی خوشنمائی سبزۂ خط کی خوشنمائی سے بہتر ہے - ہم سمجھتے تھے کہ سبزۂ خط کے سامنے تیرا کاکل سرکش دب جائیگا اور خط کی دلکشی کاکل کو بے رونق کر دیگی مگر ایسا نہوا اور تیرا کاکل ہمیشہ کیطرح سرکش بنا رہا اور سبزۂ خط تیرے کاکل کا مقابل ہو نسکا - درحقیقت یہہ شعر کاکل کی تعریف مین کہا ہے اور کاکل کو سبزۂ خط سے زیادہ تر خوشنما قرار دیا ہے -

وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا	میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں

اندوہ = یعنی غم و الم - وفا - یعنی وعدہ بجا لانا اور دوستی انجام کو پہونچانی اور کسی بات کے وعدہ کو پورا کرنا - کہتا ہے کہ میرا معشوق ایسا ظالم ہے کہ میرے مرنے پر بھی راضی نہوا کیونکہ مرجانے مین اندوہ وفا سے رہائی ہو جاتی مگر اُس نے میری رہائی نچاہی - بہ سبب ظلم و ستمگری کے یہہ شاعرانہ مضمون ہے اور شعر صاف ہے -

گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہوا	دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی

نَفَس = دو زبر سے - اس لفظ کے معنے دم اور سانس کے ہین - یہہ لفظ مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان استعمال کیا ہے مگر میرے خیال مین یہہ لفظ مونث باندہا جائے تو بہتر ہے - نفس کو جادہ اور راستہ کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین اور وجہ شبہ نفس کی آمد و رفت اور درازی ہے کیونکہ نفس دراز شئے ہوتی ہے اور نفس مین جو آمد و رفت ہے وہ ظاہر ہے - گر = مخفف اگر کا ہے مگر اب اردو مین متروک ہے - جادہ = راستہ - سر منزل = سر اس موقع پر زائد آیا ہے - سر منزل یعنے منزل - تقوی = پرہیزگاری و خداترسی - گذرگاہ = گذر کی جگہ ہی = زائد نہین آتا بلکہ حصر و انحصار کے لئے آتا ہے - اس شعر مین دوسرا مصرع شرط اور پہلا مصرع اُسکی جزا ہے اگرچہ قاعدہ نحو کے لحاظ سے

شرط اول آنا چاہیے اور جزا اُسکے بعد مگر جزا کی تقدیم شرط پر اشعار مین جائز ہے - یہہ شعر صاف اور عمدہ اور فلسفیانہ ہے یعنے اگر ہمارا دم اور ہماری سانس منزلِ تقوی کا راستہ نہ بنی تو خیر نہی ہمارا دل بیکار نہ رہے بلکہ خیال شراب و جام کی گذرگاہ ہو جاے یعنے ہمارے نفس کو ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل نصیب نہوے تو نہی - ہمارا دل شراب کے خیال مین مصروف و مشغول رہے اور ہم شراب نوشی کیا کرین مطلب یہہ کہ بیکاری بُری چیز ہے اگر آدمی کو خیر نصیب نہو تو شر ہی مین مبتلا رہے مگر بیکار نرہے ؎ دل گذرگاہِ خیال مے و ساغر باید * گر نفس جادۂ سر منزلِ تقوی نشود ذرا سے تغیر مین سالم شعر فارسی بنگیا - حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے اس شعر کی شرح مین جو باریک کی قید لگائی ہے درحقیقت نہایت عمدہ اور بامزہ و پر لطف ہے اور اُسکو اعلیٰ درجہ کا شاعر سمجھہ سکتا ہے یہان باریک بڑے کام کا لفظ ہے کیونکہ جادۂ نفس کی صفت باریک ہو سکتی ہے -

ہون ترے وعدہ نکرنے مین بھی راضی کہ کبھی	گوش منت کشِ گلبانگِ تسلی نہوا

کہ = کاف تعلیل کا ہے اور اسکے معنے کیونکہ ہین - کہ کبھی دوسرے مصرع کے متعلق ہے جو پہلے مصرع مین آگیا ہے اگرچہ فارسی مین بھی استادون کے کلام مین کہین کہین اسطرح آیا ہے مگر حقیقت مین رکیک ہے لہذا مستحسن یہ ترک ہے کیونکہ جو چیز مصرع ثانی سے متعلق ہے اُسکو مصرع اول مین داخل کرنا ضرورت

وزن یا عجز طبیعت کی دلیل ہے۔ **منت کش** = احسان اٹہانے والا **گلبانگ** = مجازاً آواز کے معنون مین آتا ہے اور حقیقت مین غنچون کے چٹخنے کی آواز کو جو شاعرون کے پاس ایک فرضی آواز ہے گلبانگ کہتے ہین یہہ لفظ مرکب ہے لفظ گل اور بانگ سے **تسلی** = خوشی۔ **گوش** = مذکر ہے مصرع گوش منت کش گلبانگ تسلی نشدہ۔ نشدہ کہنے سے مصرع فارسی ہوگیا۔

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجیے		ہم نے چاہا تہا کہ مرجائین سو وہ بہی نہوا

یعنے اگر ہم مرجائے تو ہمکو آفتون سے نجات ملجاتی اور اسی واسطے ہم نے ایسی خواہش کی تہی۔ مرزا نے اسی غزل مین کہا ہے ع مین نے چاہا تہا کہ اندوہ وفا سے چہوٹون * وہ ستمگر مرے مرنے پہ بہی راضی نہوا ظاہر ہے کہ دونون شعرون کا مطلب ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ غزل مین تکرار معنی معیوب نہین ہے۔

مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب		ناتوانی سے حریف دم عیسی نہوا

کہتا ہے کہ مین بسبب ناتوانی کے لب معشوق کی ایک جنبش مین مرگیا اور چونکہ مین لب معشوق کا مارا ہوا تہا لہذا حریف دم عیسی نہوا کیونکہ حریف دم عیسی ہونا اپنے لئے ننگ و عار سمجہا۔ جب ایسے معشوق زیبا کے کشتہ و مقتول ہوگئے تو پہر کیا زندہ ہوتے۔ زندہ ہونے کو اپنے لئے ننگ سمجہا کیونکہ لب معشوق نے

مارا ہے عاشقون کو معلوم ہے کہ بعض وقت معشوق اپنے ہونٹون کو ناز وادا کے ساتھہ کچھہ حرکت دیتے ہین جسکا مطلب صاف سمجھنے مین نہین آتا مگر اُسمین ہوتی کوئی بات ضرور ہے اور اپنے معشوق کی یہہ جنبش عاشقون کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہے اور عاشق اپنے خیال مین جوش عشق کیوجہ سے اس اشارہ کے سیکڑون معنے تصور کر لیتا ہے۔ **صدمہ** = آسیب اور ایک دفعہ باہم کوٹنا۔ یہان پہلے معنے یعنے آسیب مراد ہین اور چونکہ ہونٹون کا باہم ملانا کوٹنے کے ساتھہ شباہت رکھتا ہے لہذا لفظ صدمہ سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور یہہ تازہ و جدید لفظ ہی جو اس صنعت مین مستعمل ہوا ہے درحقیقت میرزا صاحب نے نہایت عمدگی اور تازگی کے ساتھہ اس لفظ کو یہان استعمال کیا ہے اور یہہ لفظ اس صنعت مین معمولی لفظ نہین ہے۔ یہان اس لفظ کے دوسرے معنے مقصود نہین ہین مگر جنبش لب کے ساتھہ مناسبت رکھتے ہین۔ **یک جنبش لب سے** = یعنے یک جنبش لب معشوق سے۔ **حریف** = اس لفظ کے حقیقی معنے ہم پیشہ اور شریک اور حرف کنندہ کے ہین اور مجازی معنے ہم صحبت اور ہم نشین کے ہین کیونکہ جو ہم پیشہ ہوگا وہ کبھی نہ کبھی ہم صحبت اور ہم نشین ہوگا۔ **سے** = سببیہ ہے ناتوانی سے یعنے بسبب ناتوانی کے **دم عیسی** = عیسی علیہ السلام کی سانس جو مردون کو زندہ کرتی تہی اور یہہ عیسی علیہ السلام کا معجزہ تہا۔ مرگیا اور ہوا کا فاعل غالب ہے۔ یہہ شعر جادہ خیال بندی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام کے اندر محذوفات کے

ہونے سے متعدد معنے پیدا ہوجاتے ہین اور درحقیقت خیال بندی ہین
اکثر یہہ بات ہوتی ہے کہ ضروری الفاظ حذف کردئے جاتے ہین تاکہ
سامع کشمکش و پیچ مین پڑ جائے اور بلا تامل بلکہ خوض و تامل سے بہی
نہ سمجہے کہ قائل کیا کہتا ہے میرزا صاحب نے اس شعر مین لب کا مضاف
الیہ حذف کردیا ہے لہذا اس شعر کے سننے سے سامع کو بلا تامل یہہ بات
معلوم نہین ہوتی کہ لب سے مراد لب معشوق ہے یا لب عیسی - اب وہ
اطراف وجوانب مین تلاش کرتا ہے اور اپنا خیال چار طرف دوڑاتا ہے
تاکہ مضاف الیہ کو پیدا کرے مگر وہ نہین ملتا لہذا شعر کے مطلب کیطرف
اپنا خیال پہیلایا تو یہہ مضمون ذہن مین آیا کہ حریف دم عیسی نہونے کے
کیا معنے - کیا دم عیسی کوئی خراب چیز ہے جسکا حریف نبنا قائل نہین
چاہتا ہے تو فوراً یہہ بات ذہن مین آئی کہ دم عیسی نہایت پاکیزہ ومقدس
اور مردون کو زندہ کرنے والی شے ہے جب قائل ایسی عمدہ شے کا حریف
ہونا نہین چاہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس سے بہتر اور عمدہ تر کوئی شے
قائل کو ملی ہے جسکی وجہ سے اُسکو یہہ بے پروائی اور بے اعتنائی ہوئی
ہے اب پہر سامع یہہ سوچنے لگا کہ وہ کیا شے ہوگی اور اسی سوچ کے
ساتہہ قائل پر نظر ڈالی کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو معلوم ہوا کہ شاعر ہے
اور شعرا اکثر اپنا ایک فرضی معشوق مقرر کرلیتے ہین اور قائل کو جس چیز کے
ساتہہ عشق ہوتا ہے وہی شے اُس کے پاس عزیز تر اور عمدہ تر ہوتی ہے
لہذا یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ لب معشوق مراد ہے نہ لب عیسی کیونکہ معشوق

بہت عزیز ہے۔ اُس کے لئے ایک مقدس شئے سے دست بردار ہو رہا ہے

وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیان کا	ستایش گر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضوان کا

ستایش گر = تعریف کرنیوالا - ستایش = تعریف و توصیف گر = یہان
اگر کا مخفف نہین ہے بلکہ ایک حرف ہے جو اسم فاعل کے معنے دیتا ہے
بیخود = مست و بیہوش باغ رضوان = یعنے جنت - اور رضوان
جنت کے داروغہ کا نام ہے گلدستہ = چند پہولون کو ایک جگہ جمع کرکے
جو ایک دستہ اور مجموعہ بناتے ہین اُسکو گلدستہ کہتے ہین اصل مین
یہہ لفظ دستۂ گل ہے مگر محاورہ مین بقلب اضافت یعنے گلدستہ بولتے
ہین - کہتا ہے کہ ہم بے خودون کو اپنی بیخودی مین وہ سیر دکہائی دیتی ہے
کہ ہم جنت کو بہول گئے یعنے ہماری بیخودی سیر و تماشے کے لحاظ سے
جنت سے بہتر ہے اپنی بیخودی کی توصیف کی ہے کہ ہم اپنی بیخودی مین
تمام کائنات کی سیر کرتے ہین بلکہ ہم ذات باری تعالی کو دیکھتے ہین
جسکا جمال پاک سب سے بہتر ہے اور اسی لئے جنت کو بہول گئے یہان
بیخودی سے عالم محویت کی بیخودی مراد ہے نہ کہ شراب کی بیخودی -
جنت طاق نسیان کا گلدستہ ہے - یعنے جنت کو ہم بہول گئے
اور جنت کو فراموش کرگئے - شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے - مضمون
کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کی زبان مبارک سے نکلا ہے - اگرچہ زبان کا فرق ہے -

بیان کیا کیجئے بیداد کاوش ہای مژگان کا	کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہی تسبیح مرجان کا

یعنے عشق یار مین یا دیدار یار کی تمنا مین میری آنکھون نے جسقدر خون میرے دل وجگر مین تھا اُسکو کھینچ کھینچ کر قطرہ قطرہ بہا دیا - آنکھون کی بیداد سے اب میرے دل و جگر مین کچھہ بھو باقی نرہا کیونکہ آنکھون نے ایک ایک قطرہ کو دانہ تسبیح مرجان کیطرح حساب و شمار کرکے بہا دیا - ظاہر ہے کہ دانہ ہای تسبیح کا حساب وشمار رکھا جاتا ہے - قطرۂ خون اور دانۂ تسبیح مرجان مین تشبیہ تامہ ہے **کاوش** = کاویدن کا حاصل بالمصدر ہے بیان کیا کیجئے یعنے ہم بیان نہین کرسکتے یعنے بیان کے قابل نہین کیا = یہان نفی کیواسطے آیا ہے -

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے	کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

یعنے تیرے صفائے حسن کے مقابلے مین آئینہ خانہ غیر محسوس ورنا پیدا ہوگیا جیسے آفتاب نکلتا ہے تو شبنم غائب ہو جاتی ہے - **نقشہ** = یعنے حال اور شکل - **پرتو** = عکس ورچھاؤن - **عالم** = نقشہ اور حال -

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

تعمیر = عمارت بنانا اور آباد کرنا - مگر یہان فقط بنانیکے معنے سے لئے ہین جسکو فارسی مین ساختن کہتے ہین **مُضمَر** = پہلے میم کو پیش ور دوسرے

میم کو زبر ہے اور ضاد اور بے ساکن ہین - اس لفظ کے معنے پوشیدہ
اور مخفی ہوئے ہین - خرابی - یعنے ویرانی اور تباہی و بربادی ہیولی
اس لفظ کے متعدد معنے ہین جیسا کہ لغات اور ڈکشنریون مین لکہا ہی
کہ ہر ایک چیز کی اصل اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور ہر ایک چیز کے مادے
کو ہیولی کہتے ہین - اور حکما نے اپنی اصطلاح مین اس لفظ کی یہہ تعریف
کی ہے کہ ہیولی اُس جوہر کو کہتے ہین جو صورت جسمانی کا محل اور حلول
گاہ ہوتا ہے اور جوہر اول کو بھی ہیولی کہتے ہین اسیطرح صوفیہ
کی اصطلاح مین اس کے معنے کچہہ اور ہین یعنے روح اعظم اور طبیعت
کل کو ہیولی کہتے ہین الغرض اس لفظ کے ان معنون کے سواے اور بہی
کئی معنے ہین جنکو مین نے یہان بخوفِ طوالت ترک کیا اور میرزا غالب
مرحوم کے اس شعر مین لفظ ہیولی کے وہی معنے ہین جو حضرت قبلگاہی
مولانا والد مرحوم نے وثوقِ صراحت مین لکہے ہین یعنے
مادّہ - اور مادہ کے معنے اصلیت و مواد کے معنے ہین - برق خرمن
باضافت - انبار غلہ کی بجلی - یعنے وہ برق جو خرمن پر گرے اور اسکو
جلادے - خرمن = بالکسر انبار غلہ - تودۂ غلہ - اناج کا ڈہیر -
دہقان = کسان - مزارع - کہیتی کرنیوالا - خون گرم = باضافت
تپاک و جوشش دلی اور الفت و محبت کو کہتے ہین اور مجازاً بمعنی سعی
و کوشش آتا ہے - یہہ شعر معناً صاف ہے مگر اسمین الفاظ کچہہ دقیق
ہین اسی لئے مین نے پہلے لفظون کے معنے لکہدئے - تماشا سخن شناس

جانتا ہے کہ یہہ شان غزل کی نہین ہے بلکہ قصیدہ کا انداز ہے کیونکہ دقیق
اور مشکل الفاظ غزل مین خوشنما نہین معلوم ہوتے بلکہ قصیدہ مین نہایت
زیب دیتے ہین میری راے مین جس قصیدہ مین شکوہ لفظی نہو وہ قصیدہ ہی
نہین ہے غزل مین ایسے دقیق لفظون کا استعمال کرنا کچہہ اچہا نہین معلوم
ہوتا مگر بعض لوگون کا مذاق ہی ایسا ہوتا ہے جو علاج پذیر نہین -
میرزا صاحب اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدنصیبی کو ظاہر کرتے ہین اور
کہتے ہین کہ لوگ جو کوشش اور سعی میری صلاح و فلاح کے واسطے
کرتے ہین وہ کوشش میرے لئے عین تباہی و بربادی کا باعث ہوجاتی
ہے کیونکہ مین اصلیت و ماہیت کے لحاظ سے خرابی اور ویرانی کی شکل
و صورت ہون اور میرے محسن کی سعی و سفارش میرے لئے ہی مضر نہین ہے
بلکہ میرے محسن کو بھی نقصان پہونچاتی ہے کیونکہ خرمن کے جلجانے
سے دہقان کا نقصان ہوتا ہے - اس شعر مین اپنے محسن و مربی کی
تشبیہ دہقان کے ساتہہ دی ہے - خون گرم دہقان کا یعنے کسان کی
سعی و کوشش ہیولیٰ برق خرمن کا ہے یعنے برق خرمن کا مادہ ہے
یعنے اسکی کوشش خرمن کو جلا دیتی ہے - مگر میرے آباد کرنے مین
ایک شکل در صورت خرابی اور ویرانی کی پوشیدہ ہے یعنے مین آباد
نہین ہوسکتا ہون کیونکہ دراصل اور در پردہ مین ویرانی اور خرابی کی شکل ہون
لہذا جو کوئی میرا محسن و مربی بنتا ہے وہ خود نقصان اُٹھاتا ہے اور
میرے امیدون کا ڈھیر خاک در اک ہو جاتا ہے - تعمیر اور خرابی

صنعت تضاد ہے ۔

مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے درباں کا	اُگا ہی گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر

ویرانی = منادی ۔ اے حرف ندا محذوف ہے یعنے اے ویرانی ۔ تماشا کر
دیکھہ ۔ تماشا کرنا یعنے دیکھنا ۔ یہہ فارسی محاورے یعنے تماشا کردن کا ترجمہ
ہے ۔ ویرانی تماشا کر یعنے اے ویرانی دیکھہ ۔ ہر سو = ہر طرف ۔ سارے
جوانب مین ۔ کل اطراف مین ۔ یعنے میرا گھر ویران ہو گیا ہے اور اُس کے
دروازے اور دیوارین گر گئین ہین اور اُس کے ہر ایک جانب مین سبزہ
اُگا ہوا ہے جیسا ویران اور افتادہ مکانون مین ہوتا ہے ۔ اے ویرانی
اس حالت کو دیکھہ ۔ دوسرے مصرع مین سبزے کی کثرت کا بیان ہے یعنے
سبزہ اسقدر اُگا ہوا ہے کہ میرے گہر کا دربان اُسکو کھود کر بیچتا ہے اور اُسکی
قیمت پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے دربان کو تنخواہ دیجاتی ہے ۔ اب میرے
دربان کی یہی تنخواہ ہے کہ میرے خانۂ ویران کی گھاس بیچکر اُسکی قیمت لیتا ہے

چراغ مردہ ہون مین بے زباں گور غریباں کا	خموشی مین نہاں خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین

اگرچہ مین خاموش ہون اور زبان سے کچھہ نہین کہتا مگر میرے دل مین لاکھون آرزوئین
خون شدہ موجود ہین ۔ غریبان = غریب کی جمع ہے اور غریب اُس
شخص کو کہتے ہین جو اپنے وطن مین نہو ۔ گور غریبان یعنے اُن لوگونکی
قبر جو پردیس مین مرے ہین ظاہر ہے کہ جو شخص پردیس مین مرا ہے

اُسکا کوئی پرسان وجویان نہین ہوتا کیونکہ شخص غریب الدیار کو کوئی جانتا اور پہچانتا نہین - جب غریب الدیار کی ایسی حالت ہوتی ہے تو پہر اُسکی قبر پر چراغ کون جلاتا ہے - کیونکہ قبر پر چراغ روشن کرنا اہل بدعت کے پاس اعزاز و امتیاز کی بات ہے - لہذا دوسرے مصرع کے مجازاً یہہ معنے ہین کہ میرے احوال اور میرے آرزو کا کوئی پرسان وجویان نہین ہے -

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے		دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندانکا

یعنے جمال یار کے تصور سے میرا دل اسطرح نورانی اور منور ہے جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال سے قید خانے کا حجرہ منور تہا - مکرر = ظاہر ہے کہ زندان یوسف کا حجرہ یوسف علیہ السلام کے فروغ حسن جمال کیوجہ سے نورانی اور منور تہا اب شاعر کہتا ہے کہ ہمارے دل افسردہ مین ایک ذرا سا خیال جو ہمارے معشوق کا ہے تو اُسکی وجہ سے ہمارا دل بہی حجرۂ یوسف علیہ السلام کیطرح منور اور نورانی ہے - اس شعر مین مضمون کی نزاکت یہہ ہے کہ اپنے معشوق کے حسن و جمال کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال سے بہتر قرار دیا ہے دل افسردہ مشبہ اور حجرۂ یوسف علیہ السلام مشبہ بہ اور منور ہونا وجہ شبہ ہے - پرتو = عکس روشنی - چہاؤن - **نقش** = صورت افسردہ = غمگین - کملایا ہوا - غمگین اس کے مجازی معنے ہین اور یہان مجازی معنے

مراد ہین یہہ اسم مفعول ہے اور اسم مفعول بمعنی اسم صفت آتا ہے۔ دل افسردہ یعنے ہمارا دل افسردہ۔ ہمارا محذوف ہے۔ گویا = حرف تشبیہ ہے۔ درحقیقت لاجواب شعر کہا ہے۔

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ	سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہای پنہان کا

معشوق کو رقیب کے ساتہہ جو وصل ہوگا تو عاشق کی آزردگی کا باعث ہوگا اور معشوق کا یہہ کام ہے کہ اپنے عاشق کو ستاوے اور رنج دیوے اور اسی غرض سے کہ عاشق کو رنج پہونچے غیر کی بغل مین سورہا ہے اور عاشق کو ستانیکے لئے اُسکے خواب مین آکر ہنستا ہے جس تبسم کی خیالی و وہمی یہہ تعبیر ہے کہ ہم نے غیر کو اپنے وصال سے کامیاب کیا ہے یعنے معشوق جو خواب مین آکر مسکراتا ہے تو عاشق بدگمانی کی راہ سے یہہ سمجہتا ہے کہ غیر کو وصال معشوق حاصل ہوا ہے اور اسیواسطے معشوق مسکراتا ہے کہ دیکہو تمکو ہم نے اپنے وصال سے محروم رکہا اور غیر کو کامیاب کردیا لہذا عاشق اور زیادہ غم کہاتا ہے کیونکہ عاشقی مین وہم اور بدگمانی اور جنون بہت سے ملے ہوئے ہوتے ہین تبسم = حقیقت مین مسکرانیکو کہتے ہین اور ہنسنے کے معنون مین بہی مستعمل ہوتا ہے پنہان = بکسر صفات مین آتا ہے اور تبسم پنہان ایسے تبسم کو کہتے ہین جسکو سوائے عاشق کے دوسرے لوگ دیکہہ نہ سکین یعنے معشوق اسطرح چہپکر یا دوپٹہ کا دامن وغیرہ آڑ کرکے مسکرائے کہ صرف عاشق اُسکو دیکہے اور دوسرا شخص دیکہنے نپاوے اور معشوق

ایسا تبسم اُسوقت کرتا ہے جبکہ خود بھی اپنے عاشق پر مائل ہو۔

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا	قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

سرشک = اشک اور آنسو کو کہتے ہین اصل مین سر اشک ہے از قبیل سرچشمہ وسرپنجہ کے۔ قیامت ہے = یعنے بڑا کام ہے۔ بڑی بات ہے کار بزرگ و مہم عظیم ہے۔ یہہ چہ قیامت است کا ترجمہ ہے اور فارسی والے چہ قیامت است نہایت آفت خیز کے معنون پر لوستے ہین مژگان کا سرشک آلودہ ہونا کنایہ ہے رونے سے۔ کہتا ہے کہ اے معشوق تو جو روتا ہے یہہ ایک بہت بڑی بات ہے اور یہہ ایک آفت خیز معاملہ ہے۔ نہین معلوم تونے کون کونسے عاشقان وفادار کا قتل کردیا ہے کہ جسکی وجہ سے اب پچھتاتا ہے اور روتا ہے کہ کیون قتل کردیا اُن کے وجود سے تو میری شہرت اور ناموری اور بھلائی تھی۔ حاصل یہہ کہ معشوق اپنے عاشقان صادق کے مقتول ہوجانے پر روتا ہے۔ کس کس کا یعنے کون کونسے عاشقان صادق کا۔ پانی ہونا = یعنے بہنا کیونکہ پانی ایک سیال اور بہنے والا عنصر ہے لہذا پانی ہونیکے مجازی معنے بہنے اور روان ہونے اور جاری ہونے کے ہین۔

نظر مین ہے ہمارے جادۂ راہ فنا غالب	کہ یہہ شیرازہ ہے عالم کے اجزاے پریشان کا

یعنے اے غالب ہماری نظر مین جادۂ راہ فنا ہے کیونکہ جادۂ راہ فنا عالم کے
اجزائے پریشان کا شیرازہ ہے - یہہ کا مشار الیہ جادۂ راہ فنا ہے نہ نظر -
عالم یعنے دنیا کو کتاب قرار دیا ہے - جادہ کے معنے راستہ کے ہین
پھر جادۂ راہ فنا اضافت در اضافت محل تأمل ہے شاید
ضرورت وزن کے لحاظ سے اسطرح کہا ہے اب بعض لوگ
اسکی تقلید کر کے قالب تن بیجان وغیرہ کہا کرتے ہین اہل
لسان کے کلام مین اسطرح دیکھنے مین نہین آیا - دنیا کے
جو پریشان اجزا ہین یعنے خواہشات نفسانی اور شہوات
ہیمی یہہ سب موت کا خیال باندہنے سے فنا ہو جاتے ہین
اور اسیواسطے یہہ مضمون حدیث شریف مین آیا ہے کہ موت کا
ذکر ہادم لذات ہے یعنے خواہشات نفسانی اور طمع دنیوی
کیوجہ سے آدمی پریشان خاطر رہتا ہے مگر جب موت کو
یاد کرے اور انجام کو دیکھے اور خاتمہ پر نظر ڈالے تو دلکو
کچھہ جمعیت حاصل ہو جاتی ہے -

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب	ہم نے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ میرا نقش قدم بھی میرے ساتھہ ساتھہ
چلا آتا ہے جسطرح موج کے ساتھہ موج کے بلبلے چلے آتے ہین
اور حباب موجہ سے یہہ معنے نکلتے ہین - شعر کا مطلب یہہ ہے کہ میرا

ذوقِ صحرا گردی کبھی کم نہو گا۔ مولانا ذوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ وہ ہون مین رہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے ✤ بہ رنگِ سایۂ
مرغ ہوا نقشِ قدم میرا ✤ اور اس ہیچمیرز کا شعر ہے ؎ یہہ شوق قطع
راہ ہے مجکو کہ دشت مین ✤ مجھ سے بھی گرم تر مرا نقشِ قدم ہوا ✤
ان تینون اشعار کا مضمون ایک ہے مگر پیرایہ جُدا جُدا ہے اور مضمون
یہہ ہے کہ ہمکو ذوقِ دشت نوردی و شوقِ صحرا گردی بیحد و بے انتہا ہے
اور میری رائے مین ذوق علیہ الرحمۃ کا شعر سب سے بہتر ہے کیونکہ ندرتِ
تشبیہ کے علاوہ قریب الفہم ہے۔ مرزا غالب نے یہہ مضمون نقشِ قدم
متعلق کہا ہے اور درحقیقت حباب موجۂ رفتار کی تشبیہ تازہ و جدید ہے
مگر بعید الفہم ہے اور جو دلچسپی ذوق کی تشبیہ مین ہے وہ اس تشبیہ مین
نہین ہے مگر تاہم عمدہ تشبیہ ہے ماندگی = تھکاوٹ۔ تکان۔
یک بیابان = کثرت اور افراط کے موقع پر بولتے ہین اور اسکے
معنے کثیر اور بے انتہا اور نہایت کے ہین۔ موجہ = موج اور موجہ
مترادف ہین یعنے جو معنے موج کے ہین وہی معنے موجہ کے ہین۔ موجہ
مزید علیہ ہے موج کا اور موجہ کی ہ زائد ہے۔

گرچہ بوئے گل ہے ناک مین آتا ہے دم میرا	محبت تھی چمن سے لیکن اب یہہ بے دماغی ہے

یعنے اب بوئے گل میرے موافقِ مزاج و سازگارِ طبیعت نہین ہے بے دماغی
یعنے بے پروائی و اعراض و انکار۔ بوئے گل کو موج کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین

اور ہر ایک بو کو موج کے ساتھہ تشبیہ دے سکتے ہین مگر بو کی افراط و طغیانی و کثرت شرط ہے اگر افراط بو کی نہو تو اسکو موج کے ساتھہ تشبیہ نہین دے سکتے۔ اس شعر کے مضمون سے بوسے فراق آتی ہے اور فراقیہ مضمون معلوم ہوتا ہے۔ کہ = کاف بیانیہ ہے جو بے دماغی کا حال بیان کرنیکے لئے آیا ہے چمن سے = یعنے چمن کے ساتھہ۔ یہہ سے معیت کے معنے دیتا ہے۔ موج بوئے گل سے یعنے بسبب موج بوے گل کے۔ یہہ سے سببیہ اور علت بیان کرتا ہے۔ شعر نہایت عمدہ اور صاف ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی	عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق * ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اور میر حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام * نشنیدہ ہر آنکہ بمیرد تمام شد۔ ان ابیات کا حاصل یہہ ہے کہ عشق و عاشقی مین جو شخص مرجاتا ہے وہ زندگی دوام پاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص عاشق پاک ہوکر مریگا وہ شہید کا درجہ پائیگا جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے مَنْ عشق وعَفَّ وَمَاتَ فَمَاتَ شَہِیدًا اب میرزا غالب یہہ فرماتے ہین کہ مین سراپا رہن عشق ہون لہذا مجکو حیات جاوید و زندگی دوام حاصل ہوئی ہے اور اس حیات جاوید کے حاصل کرنے مین مین مجبور

ومعذور ہون کیونکہ سراپا مرہون عشق ہون اور عشق و عاشقی پاک کا یہہ نتیجہ ہے کہ حیات جاوید حاصل ہوجائے مگر مین نے جو عشق و عاشقی کی تہی تو اُسکی غرض اور غایت یہہ تہی کہ مین فنا کا طالب تہا اور معدوم ہونا چاہتا تہا کیونکہ عشق کو مہلک اور جان ستان اور فنا کنندہ جانتا تہا مگر میرے عندیہ کے برخلاف مجکو ہستی حاصل ہوی اور ناگزیر ہستی کی محبت والفت میرے دامنگیر ہوی لہذا میرزا صاحب دوسرے مصرع مین تعجب و تحیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عشق جو برق کے مانند ہے اسکی عبادت محض سوختہ و فنا ہونے کے لئے کرتا تہا مگر مجکو فنا کے عوض مین بقا حاصل ہوا تو اس حاصل پر جو میری مرضی اور میری خواہش کے برخلاف ہے افسوس کرتا ہون کیونکہ مقتضاے عالم زندگانی افسوس ہے۔ المختصر یہہ کہ ہم نے عاشقی کرکے حیات جاوید حاصل کیا جو ہم کو ناگوار اور ناپسند ہے۔ کیونکہ ہم تو فنا کے طالب تھے۔ اس شعر مین تعقید معنوی بہت کچھہ ہے اور یہہ شعر جادۂ خیال بندی کا عمدہ نمونہ ہے۔ کیونکہ ایک صاف مضمون کو کسقدر پیچیدہ بنا کر لکہا ہے۔ پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی۔

بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی	جو تو دریائے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

ظرف = یعنے حوصلہ استعداد و لیاقت۔ خمیازہ = انگڑائی۔ شاعر نے اس شعر مین ساقی کو دریا سے اور اپنی ذات کو ساحل سے تشبیہ دی ہے

بقدر = باندازہ - بمقدار تشنہ کامی = تشنگی اور پیاس - خمار = اعضا شکنی و دردسر وغیرہ خراب حالت جو شراب کا نشہ اتر جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے - ساقی = منادی یعنے اے ساقی - کہتا ہے کہ جسقدر ساقی کے پاس شراب ہے اُسیقدر مین تشنہ اور پیاسا ہون یعنے ساقی سے مجکو کوئی فایدہ اور فیض حاصل نہین ہے اگر ساقی دریاے شراب ہے تو مین ساحل تشنہ کامی ہون یعنے مجکو ساقی سے کچھہ فایدہ نہین چنانچہ مرزا صائب تبریزی رح فرماتے ہین شعر تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل * کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را - مرزا غالب کہتے ہین کہ میرا بھی ایسا ہی حال ہے - حالانکہ ساقی دریای شراب ہے مگر مین ساحل کیطرح تشنہ کام اور ناکام ہون باوجودیکہ ساقی سے نزدیک ہون مگر فیض یاب نہین ہون اور تشنہ دہن و خشک لب ہون جیسے ساحل کہ دریا سے نزدیک ہے مگر تشنہ اور خشک اور سوکہا ہوا ہے -

جسقدر ساقی فراخ حوصلہ ہے اُسیقدر مین محروم القسمت ہون - ظرف یعنے ظرف ساقی - ظرف کا مضاف الیہ جو ساقی ہے اُسکو قائل نے حذف کردیا ہے تاکہ کلام مین وقت اور اشکال پیدا ہو - یہان یہہ بات معلوم کرنا ضرور ہے کہ ظرف کس کا طرز بیان سے ظاہر ہے کہ یہان ساقی کا ظرف مراد ہے - اس شعر مین ایک پہلو یہہ ہے کہ ساقی سے طلب شراب پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شخص خمار زدہ ساقی سے شراب طلب کرتا ہی اور شراب مانگتا ہے - جیسے کوئی غریب آدمی کسی امیر سے کہے کہ آپ امیر ہین

تو مین فقیر ہون اس جملہ مین کنایتہً ایک گونہ طلب مال اور سوال پایا جاتا ہے - اگرچہ صراحت نہین ہے

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یان = یعنے دنیا مین یا محفل سماع یا بزم نشاط مین - **محرم** = رازدار - واقف کار اور یہہ مجازی معنے ہین - بعض گروہ صوفیہ کے پاس سماع جائز ہے اور یہہ سمجھتے ہین کہ اسکے ذریعہ سے تقرب الی اللہ حاصل ہو سکتا ہے - تو معلوم ہوا کہ اس شعر مین مخاطب علماے ظاہر ہین یا وہ لوگ مخاطب ہین جو سماع کے مخالف ہین - شاعر کہتا ہے کہ اے مخالف سماع تو نواہاے راز کا رازدار اور واقف کار نہین ہے اگر تجکو وقوف ہوتا تو تو ہر ایک حجاب کو پردہ ساز تصور کرتا - یعنے سماع کی مخالفت عدم وقوف کی وجہ سے ہے - ساز مین پردے ہوتے ہین لہذا حجاب کا لفظ ساز کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - **نوا** = یعنے نغمہ اور موسیقی کے مقامون سے ایک مقام کا نام ہے لہذا یہہ لفظ بھی ساز کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - **حجاب** = پردہ

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے	یہہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا

ناز = سولے معنی مشہور کے سرو کے اقسام مین سے ایک قسم ہے اور اسکو ناز اسواسطے کہتے ہین کہ متمائل نہین ہوتا - یہہ بات معلوم ہے کہ سرو کو پھول اور پھل نہین ہوتے یہان شاعر نے یہہ مضمون اخذ کیا ہے کہ ہم عاشقون کا

گلستان اور ہم عاشقین کی صبح بہار ہماری ہی رنگ شکستہ ہے اور کچہہ نہین - جیسے سرو ناز کو پہول اور پہل نہین ہوتے اسیطرح ہماری صبح بہار نظارہ کو پہول اور پہل نہین ہوتے بلکہ یہان صبح بہار ہی نہین ہے صرف ہمارے ہی رنگ شکستہ کا نظارہ ہے - یہان باغ کہان اور یہان بہار کہان - یہان سرو ناز کے پہول کہل رہے ہین ظاہر ہے کہ سرو کو پہول نہین ہوتے اس سے یہہ بات نکالی کہ ہمکو بہار اور باغ نہین ہے بلکہ ہم شکستہ خاطر اور شکستہ رنگ ہین **شوکت** بخارائی کا شعر ہے **ع** زجوش گریۂ ما گاہوارہ بیتاب است - بیاض دیدۂ آہوست شیر دایۂ ما * جو علما اور ادبا شوکت کی طرز خیال بندی سے ناآشنا اور ناواقف تہے اُنہون نے شوکت کے اس شعر پر یہہ اعتراض کیا تہا کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی اور بعض صاحبون نے ارشاد فرمایا تہا کہ شاید ایران کے ہرنون کی آنکہہ مین سفیدی ہوتی ہوگی غرض خیال بندی نے بہت سے لایق لوگون کو بہکا دیا اور یہہ بات ذہن مین نہ آئی کہ قائل کا عین مقصود یہی ہے کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی ہے اور اسیواسطے یہہ کہا ہے کہ ہماری دایہ کا دودہ چشم آہو کی سفیدی ہے چونکہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی لہذا اُس سے یہہ استعارہ کیا کہ دُودہ نہین ہے - مرزا غالب مرحوم چونکہ شوکت کے مقلد تہے لہذا انہون نے شوکت کی اسی ترکیب سے یہہ ترکیب نکالی ہے اور درحقیقت مرزا کا یہہ شعر اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور مرزا کی عالی دماغی اور نازک خیالی کا عمدہ ثبوت دے رہا ہے - خیال بندی سے

عمدہ چیز مگر اُسی وقت جب اُسکے اصول اور قواعد مقرر ہو جائین - مرزا غالب کے
اس شعر کے معنے جو مین نے بیان کئے ہین اُن کے سوائے کوئی دوسرے
معنے مربوط اور چسپان نہین ہوتے - شوکت بخارائی کا ایک اور شعر
اسی قسم کا ہے وہ کہتا ہے ؎ شنیدہ اند بتان ہین کلام مرا + نوشتہ
اند بآب عقیق نام مرا - آب عقیق = کوئی سیال چیز نہین ہے جس سے
کچھہ لکھہ سکین - پس آب عقیق یعنے جلای عقیق اور رونق عقیق - لہذا دوسرے
مصرع کا یہہ مطلب ہے کہ بتان ہین مجکو بھول گئے اور فراموش کر گئے - دیکھئے
خیال بندی اور تازہ تراکیب یہہ ہین جو نہایت لذیذ اور دلچسپ ہوتے ہین
مگر بعض مضمون جادۂ خیال بندی مین بالکل غیب اور بے پتہ ہو جاتے ہین
یہہ اون کے مصنفون کی کم استعدادی کا باعث ہے یا خیال بندی کے
فروع اور اصول مقرر نہونے کا سبب ہے یا یہہ جادہ ہی کچھہ ایسا ہے کہ کہین
بہار اور لطف دیتا ہے اور کہین درد سر اور رنج پہونچاتا ہے اور کہین غائب
از نظر ہو جاتا ہے نظارہ - یعنے دیکھنا - یہہ لفظ تشدید کے ساتھہ ہے
مگر تخفیف کے ساتھہ بھی بولتے ہین - رنگ شکستہ = یعنے رنگ رفتہ - جو
رنگ چہرہ سے اُڑ گیا اُسکو رنگ شکستہ کہتے ہین - شکستہ رنگ کے
صفات مین سے ہے -

تو اور سوے غیر نظر ہاے تیز تیز	مین اور دُکھہ تری مژہ ہاے دراز کا

دونون مصرعون مین اور ملازمہ کا ہے یعنے تیرے لئے وہ لازم ہے اور میرے لئے

یہہ لازم ہے یعنے غیر کی طرف تیز تیز نگاہین کرنا تیرے لئے لازم ہے اور تیرے مژگانِ دراز کا غم کہانا میرے لیئے لازم ہے - مطلب یہہ کہ معشوق جو غیر کی جانب دیکہتا ہے تو مجکو غم و الم ہوتا ہے دکھ = رنج و اندوہ و غم و الم - غیر = رقیب -

طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا		صرفہ ہی ضبط آہ مین میرا - وگرنہ مین

صَرفہ یعنے فایدہ و منفعت و نفع - طعمہ = نوالہ و لقمہ نفس = دم اور سانس - اگر ضبط آہ نکرون تو ایک ہی نفسِ جانگداز کا طعمہ ہون لہذا ضبط آہ مین میرا صرفہ ہے -

ہر گوشہ بساط ہے سر شیشہ باز کا		ہین بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے

جب شراب تیز اور تند ہوتی ہے تو شیشے شراب کے خود بخود اُچہلتے ہین اور ٹوٹ جاتے ہین جیسے سوڈا واٹر اور لمونیڈ کے شیشے کہ جب سوڈا وغیرہ تیز اور پرجوش ہوتا ہے تو شیشے خود بخود اُڑتے ہین اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہین - بساط = یعنے فرش - ازبسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے ہین لہذا بساط کا ہر ایک گوشہ گویا شیشہ باز کا سر ہے -

ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا		کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہی ہنوز

گرہِ نیم باز سے مراد دل ہے - دل اور گرہ مین تشبیہ ہوتی ہے وجہِ شبہ

کو جکی اور مدور ہوتا ہے - نیم باز = یعنے نیم کشادہ اور آدہا کہلا ہوا -
کرسے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہ مین کرتا ہے یا کریگا کہتے ہین
کہ = کاف تعلیل کا ہے اسکے معنے ہین کیونکہ - یہان ناخن کے حقیقی
معنے مراد ہین کیونکہ دل کو گرہ نیم باز کہا ہے اور گرہ کے لئے ناخن
حقیقی درکار ہے نہ مجازی - کاوش = کافتن کا حاصل بالمصدر
ہے کاوش یعنے کہودنا - تفحص و تجسس - یہہ کاو کاو کا مترادف ہے
اور اس کے معنے ہین اسی رسالے مین مفصل لکہہ چکا ہون - اس شعر
مین دل قرض دہ اور ناخن قرض گیر اور کاوش قرض ہے اسیواسطے
دل اپنے مال کا تقاضا کرتا ہے جو کاوش ہے -

سینہ کہ تہا دفینہ گہر ہاے راز کا	تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد

دفینہ = جو مال زمین مین دفن ہو اُسکو دفینہ کہتے ہین - مجازی معنے
خزانے کے ہین - سینہ مبتدا اور تاراج کاوش غم ہجران اسکی خبر اور
ہوا فعل ناقص ہے - اسد = منادی یعنے اے اسد - یعنے غم ہجران نے
میرے سینہ کو جو گہرہاے راز کا دفینہ تہا برباد کر دیا یعنے غم ہجران نے
ہمکو مار ڈالا اور ہمارے مرگ کا باعث ہوا اور ہماری کچہہ قدر نکی - سے
تاراج کاوش غم ہجران لشد اسد * سینہ کہ بد دفینہ گہرہاے راز را * ذرا سے
تغیر مین شعر فارسی ہو گیا -

رکہیو یارب یہہ در گنجینۂ گوہر کہلا	بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کہلا

گنجینۂ گوہر یعنے بزم شاہنشاہ - مطلب یہہ ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کو شعر و
شاعری کا ذوق و شوق ہوا ہے اور خود شاہنشاہ شعر کہتے ہین اور
شاعرون کی قدر کرتے ہین چونکہ مین بہی شاعر ہون لہذا یہہ دعا دیتا ہون
کہ خداے تعالی بزم شاہنشاہ کو قایم رکہے تاکہ میری بہی کبہی کچہہ قدر ہوجائے
اور انعام و خطاب ملجائے - پہلا کہلا ماضی مطلق کے معنے پر اور دوسرا
کہلا اسم مفعول کے معنے پر ہے - مصرع ثانی مین جو کہلا ہے اُسکے یہہ معنے
ہین کہ کہلا ہوا - الخدا یہہ درِ گنجینہ گوہر یعنے یہہ درِ بزم شاہنشاہ کہلا ہوا
رکہیو - رکہیو اب متروک ہے اسکی جگہ مین رکہہ یا رکہنا کہتے ہین - دوسرے
معنے یہہ ہین کہ گنجینۂ گوہر اشعار کا دفتر ہے - اور بزم شاہنشاہ اُس گنجینہ کا
در ہے یعنے بزم شاہنشاہ مین عمدہ اور منتخب اشعار جو جواہر کے جیسے ہین اُنکا
تذکرہ اور چرچا ہے لہذا مین جو شاعر اور سخن شناس ہون دعائے خیر
دیتا ہون کہ وہ دروازہ ہمیشہ کہلا ہوا رہے - دونون معنون کا حاصل
ایک ہے کہ بادشاہ کو شعر و سخن کا ذوق و شوق ہوا ہے - اللہ تعالی بادشاہ
کو سلامت رکہے -

شب ہوی پہر انجم رخشندہ کا منظر کہلا	اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کہلا

ظاہر ہے کہ جب ہندو لوگ بتکدہ کا دروازہ کہولتے ہین تو روشنی کرتے ہین
اور چراغین جلاتے ہین اور بہی انواع و اقسام کی آرایشین اور تکلفات کرتے ہین
منظر - یعنے نظرگاہ - مناظر اسکی جمع ہے انجم = ستارے - کواکب - نجم اسکا واحد ہے

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کہاؤن فریب | آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کہلا

دشنہ حقیقت مین ساطور کو کہتے ہین جس سے گوشت کاٹتے ہین اور یہہ فارسی
زبان کا لفظ ہے ساعد اور کلائی کی تشبیہ اسکے ساتہہ دیجاتی ہے جیسے ابرو کی
تشبیہ کمان اور تلوار سے اور نظر کی تشبیہ تیر اور تلوار سے دیتے ہین -
یہہ شعر مرزا نے ساعدِ معشوق کی تعریف مین کہا ہے اور اُسکے ساعدِ حسین کو
اپنے لئے دشنہ و ساطور قرار دیا ہے یعنے جس ہاتہہ مین فصدِ دیوانہ کے لئے
نشتر ہے وہی ہاتہہ میرے لئے باعث جنون ہو رہا ہے - اس شعر مین
دوست کا لفظ ایسا ہے کہ نفاق کے معنے مربوط نہین ہوتے کیونکہ منافق کو
دوست کہہ نہین سکتے - یہہ بہی ممکن ہے کہ طعن و طنز کی راہ سے دوست
کہا ہو اور مراد دشمن ہو مگر ان معنون مین تعقید معنوی بہت ہے - کہلا =
یعنے کہلا ہوا - ماضی مطلق کا صیغہ اسم مفعول کے معنون مین آتا ہے -

گو نہ سمجھون اسکی باتین گو نہ پاؤن اسکا بھید | پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کہلا

اُسکی باتین اور اُسکا بھید اضمار قبل الذکر ہے ان ضمیرون کا مرجع پری پیکر ہے
جو مصرع ثانی مین آیا ہے - گو = اگرچہ - ہرچند - پر یعنے مگر جو استثنا
کیواسطے آتا ہے مگر پر ان معنون پر اب متروک ہے - پری پیکر =
پیکرِ پری دارندہ - پیکر جسم اور جثّہ کو کہتے ہین - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور
ایسے معشوق کو کہتے ہین جسکا جسم از سر تا پا بہت حسین اور خوبصورت ہو -

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال | خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کہلا

کھلا یعنے کھلا ہوا حسن عمل کا سا یعنے حسن عمل کیطرح اور حسن عمل کی مانند

زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے منہ پر کھلا	منہ نہ کھلنے پر ہی وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین

عالم یعنے حالت و کیفیت۔ بعض عورتون اور معشوقون کے چہرہ پر نقاب بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور بعض کے چہرون پر برعکس۔ نقاب مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان کہا ہے۔ مگر لکھنؤ والے نقاب کو مؤنث باندہتے ہین چنانچہ امانت کہتے ہین ع چہرہ سے اپنے دور جو اُس نے نقاب کی ٭ رنگت سفید شب کو ہوی ماہتاب کی ٭ منہ نہ کھلنے پر یعنے حالانکہ منہ نقاب کے اندر ہے۔

جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا	در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پھر گیا

یعنے میرا معشوق ایسا متلوّن المزاج ہے کہ مجھکو در پہ رہنے کو کہا اور جب مین نے اُسکا حکم سنکر اپنا بستر اُسکے دروازے پر کھولا تو اتنے مین معشوق نے مجکو منع کر دیا اور یہہ کہا کہ اپنا بستر اُٹھالے اور یہان سے چلدے یا فرار ہو۔ غرض اس شعر مین شاعر نے اپنے معشوق کا تلوّن اور عدم استقلال بیان کیا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ معشوق بسبب تلون کے مجھہ سے بہت جلد منحرف ہو گیا اور اپنے قول سے پلٹ گیا۔ عرصہ یعنے مدت اور وقت اور اثنا۔ کھلا یعنے در پر کھلا۔

آج اُدہر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کھلا	کیون اندھیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول

اندھیری اور شب تاریک مین کواکب و ستارے زیادہ چمکتے ہین اور بسبب چاند کی
روشنی نہونے کے تارون کی روشنی اور درخشندگی شب تار مین بہت بڑہجاتی
ہے لہذا اس شعر کا مضمون بداہت اور فطرت آسمانی کے برخلاف ہے
اور اس شعر مین بداہت کا انکار ہے۔ شاید شاعر نے اپنے عالم خیال مین
ایک بات فرض کر لی ہے جو بے لطف ہے جو لوگ فطرت کے دلدادہ
اور حقایق کے گرویدہ ہین وہ اس شعر کے مضمون سے غالباً متعجب ہونگے
اور اس شعر کی شرح مین یہہ قید لگانی کہ عرش پر سے بلائین اُترتی ہین
اور عرش کو منسوب بہ بلیات و آفات کرنا صحیح نہین کیونکہ ادب کے خلاف
ہے اور عرش جو اللہ تعالی کا استواگاہ ہے اُسکو عیب لگانا اور بدنام کرنا ہے
شعرا وغیرہ نے آسمان کو بلا کے ساتھہ منسوب کیا ہے نہ عرش کو اس شعر کے
معنے جو میرے ذہن مین آتے ہین وہ یہہ ہین کہ غم کی رات مین ہمارے
گھر مین اندھیری ہے اور چراغ نہین ہے اور تارون کی اور چاند کی روشنی
بھی ہمارے گھر مین نہین آتی ہے کیونکہ ابر حائل ہے اور تارون کی
آنکھین یا مہتاب کی آنکھہ ابر و سحاب کی طرف کھلی ہوی ہے نہ ہمارے گھر
کی جانب۔ فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع خانۂ درویش را شمعے بہ از
مہتاب نیست۔ میرزا یہہ کہتے ہین کہ غم کی رات مین ہمارے گھر کو شمع مہتاب
بھی نصیب نہین ہے کیونکہ ابر حائل اور مانع ہے اور دیدۂ مہتاب ابر کیطرف
کھلا ہوا ہے۔ بہر حال اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدقسمتی کو ظاہر کیا ہے
کھلا۔ یعنے کھلا ہوا۔ ماضی مطلق بمعنی اسم مفعول آتا ہے۔ میرزا صاحب کی

اس طرز گفتار مین صرف اشارات و کنایات ہین جنکے ہر ایک شخص جُدا جُدا معنے بیان کرتا ہے اور اشارات و کنایات مین ہوتا یہی ہے کہ کوئی معنی معین و مقرر نہین ہوسکتا کیونکہ جہان صراحت اور وضاحت نہو تو سامع کا خیال ادراک معنی کے لئے چوطرف دوڑتا ہے اور جو معنے اُسکے ذہن مین مدرک ہون اُنہی مضمون کو کچھہ یقین اور کچھہ شبہ کے ساتھہ یہہ سمجھتا ہے کہ قائل کا مقصود ہے اسیواسطے ایسی طرز گفتار کو شعرا سے فصاحت شعار ناپسند کرتے ہین اور معیوب جانتے ہین کیونکہ وہ آیات بینات کے شائق و طالب ہین اس شعر کے ایک دوسرے معنے یہہ بہی ہوسکتے ہین کہ دیدۂ اختر ہمارے معشوق کیطرف کہلا ہوا ہے نہ ہماری طرف - یعنے کواکب و سیارات ہمارے معشوق کے نظارہ مین اور ہمارے محبوب کے دیکہنے مین مصروف ہین لہذا اُن کی روشنی ہمارے کاشانہ تک نہین پہونچتی - اور اسوجہ سے ہمارا گہر تاریک ہے اور ہمارے گھر مین بلاؤنکا نزول ہورہا ہے اُدہرہی کو = یعنے معشوق کے طرف -

شعلۂ جوالہ ہریک حلقۂ گرداب تہا	شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تہا

اس شعر کے مصرع ثانی مین تہا کی جگہ بود لکہہ دیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع شعلۂ جوالہ ہریک حلقۂ گرداب بود ٭ اور پہلے مصرع مین سے اور تہا دو لفظ اردو کے ہین باقی کل الفاظ اور تراکیب فارسی مین میرزا کا کلام سمجھنے مین اردو والون کو جو دقتین پیش آتی ہین ازانجملہ

ایک وقت یہہ بہی ہے کہ میرزا کے کلام مین فارسی بہت ملی ہوی ہے اور فارسی
بہی وہ فارسی جو میرزا بیدل اور ناصر علی کی فارسی ہے نہ کہ فصحاے عجم کی
فارسی ظاہر ہے کہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی مین ایسے مشکل تراکیب اور پیچیدہ
اسالیب کثرت سے موجود ہین جو اصلی فارسی یعنے روزمرہ ایران مین نہین
ہین اسیواسطے اہل لسان اور اُن کے پیرو بیدل اور ناصر علی کی فارسی کو
فارسئی ہندی اور بے معنی اور لغو و پوچ و پا درہوا و خرافات کے خطابات
دیا کرتے ہین ۔ جَوّالہ = بہت اطراف پہرنیوالا ۔ یہہ مبالغہ کا صیغہ ہے ۔
اسکا مصدر جَوْل ہے اور جَوْل کے معنے اطراف پہرنے کے ہین ۔ یہہ لفظ
شعلۂ تیز و تند کی صفت مین اکثر آتا ہے ۔ شعلۂ جوّالہ یعنے وہ شعلہ جو جلانے
کے لئے اطراف بہت پھرتا ہو ۔ جَوْل فتح کے ساتہہ آتا ہے
یعنے جیم پر فتحہ ہے ۔ **زہرہ آب ہونا** = زہرہ پگہل جانا
یعنے نامرد ہو جانا بہت ڈرنا ۔ نہایت خوف کہانا یہہ فارسی
محاورے زہرہ آب شدن کا ترجمہ ہے زہرہ فارسی مین پتے کو
کہتے ہین شاعر نے اس شعر مین سوز دل کو برق کے ساتہہ
تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ میرے سوز دل سے رات کو
ابر بہت ڈرتا تہا کیونکہ میرے سوز دل کا ہر ایک شعلہ جوالہ حلقۂ گرداب
کی مانند تہا ۔ ظاہر ہے کہ جو شئی گرداب مین آجاتی ہے وہ پھر نجات
نہین پاتی اور گہوم گہوم کر ہلاک ہو جاتی ہے ۔ اسیواسطے ابر اپنی
ہلاکت سے خوف کہاتا تہا کہ مبادا کسی شعلہ جوالہ مین پہنس جائیگا

تو ہلاک ہو جائیگا -

وان کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام	گریہ سے یان پنبہ بالش کف سیلاب تھا

یعنے ہمارے پاس آنے مین معشوق کو یہہ عذر تھا کہ بارش ہے اسوجہ سے معشوق آ نہین سکتا تہا کیونکہ کیچڑ اور پانی مین آنا ممکن تھا اور معشوق کی جدائی و فرقت مین ہمارا یہہ حال تھا کہ ہم بہت روتے تھے اور ہم اسقدر روئے کہ ہمارے گریہ سے ہماری بالش کا پنبہ کف سیلاب کیطرح پانی پر یعنے آب گریہ پر تیر رہا تہا بلکہ کف سیلاب نہ تہا پنبۂ بالش ہی تہا جو تیر رہا تھا - پنبہ اور کف مین مشابہت ہے اور وجہ شبہہ سفیدی و نرمی ہے - بالش یعنے تکیہ -

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی	جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

یان نفس الخ اس مصرع کی ترکیب نحوی یہہ ہے کہ نفس فاعل ہے اور روشن کرتا تھا اسکا فعل مرکب ہے اور شمع بزم بیخودی مفعول بہ ہے یعنے ہمارا نفس بزم بیخودی کی شمع کو یہان روشن کرتا تہا - روشن کرنا = مصدر مرکب ہے نفس مذکر ہے جیساکہ مرزانے یہان باندہا ہے - اس مصرع کے یہ معنے ہین کہ ہم بسبب شدت غم و اندوہ کے بیخود و بیہوش تھے -

یان سر پرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو	وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

دوسرے مصرع کے یہ معنے ہین کہ معشوق آرام واستراحت کر رہا تہا - فرق ناز یعنے سر ناز فرق تالو کو کہتے ہین مگر یہان قاعدۂ مجاز مرسل کے رو سے سر مراد ہے - محو یعنے مصروف ومشغول - بالش = تکیہ کمخواب = ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے جو قیمتی زردوزی پر تکلف ہوتا ہے - پرشور = دیوانہ شور سے بھرا ہوا - دیوارجو = دیوار ڈھونڈنے والا - جو یہان امر کا صیغہ ہے جستن سے - دیوارجو اسم فاعل ترکیبی ہے -

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا	دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

یہان ناخن حقیقی مراد نہین ہے بلکہ ناخن مجازی مراد ہے - رنگ یعنے طرز وطریقہ وطور - ٹپکانے لگا کا فاعل دل ہے -

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا	تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ رات کو نالۂ دل مین اثر نہ تہا اور نالۂ دل غیر موثر تھا مصرع دوم مین اثر نہونے کا ثبوت بیان کیا ہے اور اس مصرع کی ابتدا مین کیونکہ کا لفظ مقدر ہے - اور اس مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ وصال یار سے غیر کامیاب تھا کہ مین - مطلب یہہ ہے کہ دل میرا سپند بزم تھا ظاہر ہے کہ سپند آگ پر بیقرار ہوتا ہے اس سے یہہ کنایہ کیا کہ میرا دل بیقرار او بیتاب تھا اور بیقراری کی وجہ یہہ تھی کہ وصل غیر کو دیکھتا تھا چونکہ وصل یار غیر کو حاصل تہا اور اسوجہ سے میرا دل بیقرار تہا تو معلوم ہوا کہ نالۂ دل

مین رات کو کچھہ اثر نہین تھا - اگر میری نالۂ دل مین اثر ہوتا تو غیر کا بیتاب نہوتا - چونکہ سپند کو آتش پر ڈالنے سے چٹ پٹ کی آواز آتی ہے لہذا یہان لفظ سپند نالۂ دل کے ساتھہ کمال مناسبت اور لطف رکہتا ہے سپند = کسی قسم کے بیج اور تخم ہین جنکو نظر بد دفع کرنے کیلئے جلاتے ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ مہندی کے بیجون کو سپند کہتے ہین ذراسے تغیر مین مصرع ثانی فارسی ہنگیا مصرع بد سپند بزم وصل غیر را بیتاب بود -

خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا	مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے

نشاط آہنگ - یعنے خوشی کی الاپ رکہنے والا یعنے خوش و مسرور و شاد و آہنگ نشاط دارنده - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور یہہ ترکیب خیال ہندوں کی مخترعہ ہے - اہل لسان ایسے تراکیب محدثہ سے احتراز کرتے ہین مقدم = آنا - آمدن - ساز = باجہ کو کہتے ہین - اس شعر مین کوئی معنوی خوبی نہین ہے بلکہ پھیکا تکلف ہے - کیا = تعظیم کیواسطے آیا ہے - کیا نشاط آہنگ یعنے بہت نشاط آہنگ - دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ بود لکہدینے سے سالم مصرع فارسی ہنگیا مصرع خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب بود - دیکہئے مرزا پر فارسی کسقدر غالب ہے

پہلوئے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا	نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنجاتا ہے شعر نازش ایام خاکستر نشینی چون کنم + پہلوِ اندیشہ وقف بستر سنجاب بود -

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا	انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا

یعنے کسی دن تو عاشقون کی تلاش کرتا تھا اور تجھکو عاشق نہین ملتے تھے اور آج یہہ حال ہے کہ سیکڑون عاشق تیرے موجود ہین اور تجھکو اُنکی کچھہ پروا نہین ہے -

اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو	توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تھا

یہہ شعر پیچیدہ اور مشکل ہے اور طرز خیالبندی کا عمدہ نمونہ ہے اس شعر کی شرح مین یہہ بات بتانی چاہیئے کہ ماتم کا ہیکو کرتا ہے اور ماتم کرنے کی وجہ کیا ہے لفظ آرزو سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان آئینہ سے قائل کا دل مراد ہے کہ جبھی کو تو قائل ماتم کر رہا ہے یعنے اپنے دل کے ٹوٹنے کیوجہ سے ماتم کرتا ہے اور دل بھی ایسا دل جو آرزوؤن سے بھرا ہوا تھا مصرع دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ کا سا مضمون ہے - یک شہر آرزو = شہر کو بلا اضافت پڑہنا چاہیے اسکے معنے ہین آرزو بقدر ایک شہر کے - مراد کثرت آرزو سے ہے اس قسم کے تراکیب خیال بندون کے یعنے ناصر علی اور بیدل سکے کلام مین بہت مستعمل ہوتے ہین بلکہ ان تراکیب کے بانی یہی لوگ ہین -

اور = عطفِ ملازمہ ہے - یعنے مجھکو لازم ہے کہ بہت ماتم کرون -

گلیون مین میری نعش کو کہینچے پہرین	جان دادہ ہوائے سرِ رہگذار تہا

کہ = یعنے کیونکہ - کاف تعلیل کا ہے - جان دادہ = مردہ مولہو
جان دادن یعنے مرنا - مردن - نعش = جنازہ -

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نپوچھہ حال	ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آبدار تہا

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا بیت موجِ سرابِ دشت وفا را
مپرس حال * ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار بود * دیکہئے میرزا کی اردو
مین فارسی کسقدر ملی ہوی ہے مگر ہمارے زمانہ مین ایسی اردو معیوب
ومتروک ہے -

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھکو	آپ جانا اُدہر اور آپ ہی حیران ہونا

مجاز اور حقیقت کے دونو پہلو ہین -

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کہانا	لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان ہونا

عشرت پارۂ دل زخم تمنا خوردن - لذت ریش جگر غرق نمکدان بودن -
کہانے اور ہونے کی جگہ خوردن اور بودن کے لکہدینے سے
سالم شعر فارسی بنگیا -

تامحیطِ بادہ صورتخانۂ خمیازہ تھا	شب خمارِ شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا

شب خمارِ شوق ساقی رستخیز اندازہ بود ÷ تا محیط بادہ صورتخانۂ خمیازہ بود
دونو مصرعون مین تھا کا مُبتدا خمار ہے۔ یہہ شعر المعنی فی بطن الشاعر
کا مصداق ہی اور ذرا سے تغیر مین پورا فارسی ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ گویا خاص میرزا بیدل کی زبان سے نکلا ہے بس اس شعر کی یہی قدر
تعریف ہو سکتی ہے۔ اس شعر کو جو معنے چاہین لگا دین مگر الفاظ شعر سے
کوئی سے معنے معین و مشخص نہین ہوتے۔ صورتخانہ یعنے تصویر خانہ

جادہ اجزای دو عالم دشت کا شیرازہ تھا	یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا

یک قدم وحشت چو درسِ دفتر امکان کشود ÷ جادہ اجزای دو عالم دشت را شیرازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا۔ مگر یہہ فارسی ایرانی اور روزمرہ کے
مطابق نہین ہے بلکہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی خاص ہے۔ یک قدم
وحشت اور دو عالم دشت ایسے تراکیب ہین جو اہل لسان کے کلام مین
نہین آتے بلکہ رکیک اور لغو تراکیب ہین۔ مخترع کا مقصود یک قدم
وحشت سے اندک وحشت اور دو عالم دشت سے بہت ویرانی ہے ان کیبون
کی صحت مین بہت کچھہ تامل اور کلام ہے اہل لسان کے پاس یہہ تراکیب
صحیح نہین ہین درحقیقت یہہ شعر بھی بے معنی ہے مگر شارحین کو اختیار ہے
کہ اپنی طرف سے اور اپنے دل سے جو معنے چاہین بنا کر لگا دین اور کہدین کہ

یہی معنی مربوط ہین بلکہ مقصود قائل یہی ہے مگر سخن شناس جانتا ہے
کہ عقیدتمندی اور چیز ہے اور تحقیق اور چیز ہے -

مانع وحشت خرامیہای لیلی کون ہے	خانۂ مجنون صحراگرد بے دروازہ تھا

مانع وحشت خرامی ہای لیلی نیست کس ؛ خانۂ مجنونِ صحراگرد بے دروازہ بود
شعر ذراسے تغیر مین فارسی بنگیا مگر وحشت خرامی اہل لسان کی ترکیب
نہین ہے اور نہ یہہ لفظ اہل لسان کے کلام مین آیا ہے -

پوچھ مت رسوائی انداز استغنای حُسن	دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

اندازِ استغنای حُسن = یعنے طریقۂ بے پروائی حُسن حسن و جمال کی بے پروائی
کا طریقہ - ف شد عیان رسوائی اندازِ استغنای حُسن ؛ دست
مرہون حنا رخسار رہن غازہ بود ؛ شعر تہوڑے سے تبدل مین فارسی
ہو گیا - عاشق اگر بوسہ لیتا ہے تو بدنام اور رسوا ہوتا ہے کہ حُسن معشوق
کو بگاڑ دیا - حنا اور غازہ موجب استغنا و بے پروائی حُسن کے ہوتی ہین
جب کسی نے اُن کو بگاڑ دیا تو ضرور بگاڑنے والے کی رسوائی ہو گی یعنے
بے پروائی حُسن کا یہہ طریقہ ہے کہ عاشقون کو بدنام کرتا ہے رسوائی
منسوب بہ عاشق ہے نہ حُسن کیونکہ عاشق لوگ رسوا ہوا کرتے ہین -

نالۂ دل نے دئیے اوراق لخت دل بباد	یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

نالۂ دل دادہ است اوراقِ لختِ دل بباد - یادگار نالہ یک دیوان بے شیرازہ بود - شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا - میرزا صاحب پر فارسی بہت غالب ہے -

کوئی مجکو یہہ تو سمجہا دو کہ سمجہاینگے کیا	حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرشِ راہ

یعنے ہم اپنے گریب اور اپنی عشق و عاشقی سے باز نہ آینگے اور اپنے کامون کو ترک نکرینگے لہذا حضرت ناصح کی فہمایش اور تفہیم بیجا اور غیر مفید ہے اور اُن کی فہمایش کچہہ موثر نہو گی - یہہ رندانہ شعر ہے اور مضمون یہہ ہے کہ ہم ناصح کی نصیحت کو نہین سنتے -

کہ خوشی سے مرجاتے اگر اعتبار ہوتا	ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جہوٹ جانا

یعنے ایجان تیرے وعدہ پر ہم جئے تو وعدہ مذکور کو جہوٹ جانکر جئے - اگر وعدہ مذکور کا ہم کو اعتبار ہوتا تو ہرگز ہم نہ جیتے - مصرع ثانی مین کیا حرف استفہام محذوف ہے یعنے کیا خوشی سے مرنجاتے - یہہ استفہام انکاری ہے اور اوس کے معنے یہہ ہین کہ خوشی سے مرجاتے اور شادی مرگ ہوجاتے جانا = یعنے ایجان اور یہہ الف ندائیہ ہے یہہ کا مشارالیہ وعدہ ہے دوسرے معنے یہہ ہین کہ یہہ کا مشارالیہ سالم جملہ ہے یعنے ترے وعدہ پر جئے ہم سالم جملہ مشارالیہ ہے - اور جان امر کا صیغہ ہے جاننے سے جان جھوٹ یعنے سچ ماننا اور جہوٹ جاننا -

ہنہو مرنا تو جینے کا مزا کیا	ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

یعنے ہوس جو عشق کی ضد ہے اُسکو معشوق کی محبت مین نشاط کار اور خوشی و مسرت بہت کچھہ حاصل ہے مگر یہہ جانتے ہی نہین کہ عشق و عاشقی مرنے اور جان دینے کو کہتے ہین اور عشق و عاشقی کا انجام ہلاکت ہے۔ ہم معشوق پر فدا ہو جائین تو اُسوقت ہم نے جینے کا مزہ حاصل کیا ورنہ یون سمجھے کہ زندگی بے لطف گذری معشوق پر فدا ہو جانا گویا زندگی کا لطف اٹھانا ہی اگر یار پر فدا نہوے تو جینے کا مزہ حاصل نکیا۔ ہوس کو چاہئے کہ اول اس مشکل کو سمجھہ لے اور پھر نشاط کار مین مصروف ہو ہلاکت کو معلوم کرنے سے پیشتر نشاط کرنا بے فایدہ ہے بلکہ وہ جسکو نشاط سمجھہ رہی ہے درحقیقت وہ نشاط ہی نہین ہے۔ شاعرون نے اپنی اصطلاح مین رقیب کی محبت کو طعن و طنز کی راہ سے ہوس قرار دیا ہے اور دراصل عشق کی ضد ہوس ہے

کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا	تجاہل پیشگی سے مدعا کیا

تجاہل پیشگی = تجاہل پیشہ ہونا۔ تجاہل پیشہ بننا۔ تجاہل پیشگی کی یای تحتانی جو اس لفظ کے آخر مین ہے یای مصدری ہے سراپا ناز = سر سے پاؤن تک ناز۔ یعنے ایسا معشوق جو سر سے لیکر پاؤن تک ناز ہی ناز ہی سراپا کا الف الف الخصار ہے بمعنی تا ای انتہائی اور سراپا ناز معشوق کے نامون مین سے ایک نام ہے۔

نوازش ہائے بیجا دیکھتا ہون	شکایت ہائے رنگین کا گلا کیا

یعنے چونکہ آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین کرتے ہین لہذا مین آپکی شکایتین کرتا ہون پس آپ میری شکایتون کا گلہ نکیجئے کیونکہ آپ خود بانی مبانی ہین اگر آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین نکرتے تو مین بھی آپ کی شکایتین نکرتا

نگاہ بے محابا چاہتا ہون	تغافل ہائے تمکین آزما کیا

یعنے مین تغافل ہائے تمکین آزما نہین چاہتا بلکہ نگاہ بے محابا چاہتا ہون -

فروغ شعلۂ خس اک نفس ہے	ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اک نفس = ایک دم - ذرا سا وقت فروغ = روشنی خس = گھانس پاس = لحاظ - ناموس = شرم وحیا ہوس = عشق کی ضد ہے -

دماغ عطر پیراہن نہین ہے	غم آوارگی ہائے صبا کیا

لفظ پیراہن اس شعر مین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ صنعت تلمیح استعمال کی ہے اور قصۂ یوسف علیہ السلام متعلق پیراہن کیطرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ ہم کو اپنے معشوق کے عطر پیراہن کا دماغ نہین ہے یعنے ہم بہت نازک دماغ ہین عطر کے سونگھنے سے نزلہ کی تحریک ہو جاتی ہے

ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا	دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر

یعنے ہم بھی دریا ہین یا یون کہئے کہ ہم بھی انا الحق کے مقام ہین ہین - یہہ علم تصوف کا بہت مشہور اور بہت روندا ہوا مضمون ہے -

شکست قیمت دل کی صدا کیا	سن اے غارتگر جنس وفا سن

شکست قیمت یعنے قیمت کا گھٹ جانا اور قیمت کی کمی - یہہ بات ظاہر ہے کہ شکست قیمت کی کوئی صدا نہین ہوتی - اگر شیشہ یا اور کوئی شئی مثل اوسکے پتھر یا زمین پر پھینکا جاے یا ٹپک دیجاے تو وہ ضرور آواز دیگی مگر شکست قیمت اوس کے برخلاف ہے یعنے بے صدا ہے - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق قیمت دل جو بے صدا ہے اُسکو توڑ کیونکہ اُسکے توڑنے مین کوئی لطف نہین اور اُسکی شکست سے سامعہ نوازی نہین ہوتی - حاصل یہہ کہ قیمت دل ایک حقیر شئے ہے - شکست کے قابل نہین قیمت دل کو توڑا تو کیا توڑا - مولانا ذوق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا ✣ جو آپہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا ✣ سن سن = یہہ تکرار تاکید کے لئے ہے -

شکیب خاطر عاشق بھلا کیا	کیا کس نے جگرداری کا دعوی

جگر داری = بہادری و شجاعت - شکیب = صبر - خاطر = دل -
بھلا = حرف ایجاب ہے اور فارسی مین اسکا ترجمہ خیر ہوتا ہے -

روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہوا	سبکو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا

سیما = پیشانی کو کہتے ہین جسکی پیشانی صاف اور شفاف ہو اُسکو آئینہ
سیما کہین گے - آئینہ سیما یعنے پیشانی آئینہ دارندہ یعنے صاف شفاف
پیشانی والا مگر یہہ لفظ خاصکر معشوقون کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے
بلکہ معشوق کے نامون سے ایک نام ہے - بت آئینہ سیما منادی ہے
یعنے اے بت آئینہ سیما کوئی تیرا مقابل نہوا حسن و جمال مین - یہہ بھی سکتا ہے
کہ اے معشوق کوئی بت آئینہ سیما تیرے مقابل نہوا - دو پہلو ہین اور یہہ
دو پہلو کوئی کو ملاکر اور علیحدہ پڑہنے سے پیدا ہوتے ہین - کوئی کو ملاکر
پڑہین تو معشوق مخاطب ہوگا اور کوئی بت آئینہ سیما مبتدا ہوگا اور جو کوئی کو
علیحدہ پڑہین تو بت آئینہ سیما مخاطب ہوگا اور صرف کوئی مبتدا ہوگا - صورت
ثانی مین کوئی کے معنے کوئی حسین اور کوئی معشوق کے ہون گے - بت =
موصوف و معروف یہان مجازی معنے یعنے معشوق مراد ہین -

ترا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہوا	کم نہین نازش ہمنامی چشم خوبان

یعنے یہہ نازش کچھہ کم نہین ہے کہ ہم بھی چشم بیمار کے ہمنام ہین بسبب
بیماری عشق کے - نازش = ناز کرنا - یہہ حاصل بالمصدر ہے نازیدن کا

حسینون کے آنکھہ کی صفت بیمار آتی ہے اور معشوقون کی آنکھہ کو چشم بیمار کہتے ہین جب ہم تیرے عشق مین بیمار ہوگئے تو لفظ بیمار ہمارے نام پر بھی عائد ہوا اور بسبب بیماری عشق کے ہم کو بھی لوگ بیمار کہنے لگے اور بیمار لکھنے لگے ظاہر ہے کہ جو بیمار ہوگا اُسکو بیمار کہین گے۔ یہان سے شاعر نے یہہ شاعرانہ مضمون نکالا کہ ہم بھی بسبب بیماری عشق کے چشم خوبان کے ہمنام مین یعنے لوگ ہم کو بھی فلان معشوق کے عشق کا بیمار کہتے ہین جیسے معشوقون کی آنکھون کو بیمار کہا کرتے ہین لہذا ہم اس بات پر نازش اور فخر کرتے ہین کہ ہم چشم خوبان کے ہمنام ہین اور اسی واسطے تندرست ہونا نہین چاہتے بلکہ یہہ خواہش ہے کہ ہمیشہ بیمار ہی رہین تاکہ ہمنامی اور پھر اُس پر فخر حاصل رہے یہان یہہ بات جو نازک خیالی کے متعلق ہے جاننی ضرور ہے کہ ہمنامی پر فخر ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے لوگ اچھے اور عمدہ نام اور بزرگون کے نام رکھا کرتے ہین اور شریعت مین بھی یہہ حکم آیا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھا کرو تاکہ بُرے نامون سے اُن کو رنج اور ایذا نہ پہونچے۔

اسدہم وہ جنون جولان گدای بیسروپا ہین	کہ ہے سرپنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

جنون جولان ۔ یعنے جولان جنون دارندہ۔ جنون کا جولان رکھنے والا جولان کے معنے دوڑنے اور دوڑانے کے ہین۔ جنون جولان کے معنے بہت دوڑنے والے کے ہین مگر یہہ ترکیب اہل لسان کی نہین ہے بلکہ

ہندیون اور خیالبندون کی ساختہ وپرداختہ ہے۔ اہل لسان کے کلام
مین یہہ ترکیب نہین آئی لہذا اسکی صحت مین تامل اور شبہ ہے۔ پھر پنجہ =
یہان اس لفظ مین سہو زائد ہے۔

ہے نظر کرم تحفہ ہی شرم نارسائی کا		بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا

یعنے سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا پارسائی کا دعوی بخشش آلہی کی نذر کیواسطے
خجلت ناتمامی کا ہدیہ ہے۔ وثوق صراحت مین جو پریشان عبارت
ہے مین نے اُسکو اسطرح ترتیب دیا ہے درحقیقت میری رائے مین وثوق
صراحت ایسی کتاب ہے کہ اُسکے نکات اور دقائق سے طالبان شعر و
سخن فیض یاب و خوشہ چین ہوسکتے ہین۔ مقصود قائل یہہ ہے کہ ہم شرم
وحیا کیوجہ سے پارسائی کا دعوی نہین کرتے۔ گویا پارسائی کا دعوی کرنا
بے شرمی ہے۔ دعوی پارسائی کا سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا ہے
یعنے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے کیونکہ ہمارا پارسائی کا دعوے
شہید ہو گیا اور باقی نہین رہا اور دعوی باقی نہین رہنے کیوجہ شرم
نارسائی ہے حاصل یہہ کہ بسبب شرم وخجالت کے ہم دعوی پارسائی کا
نہین کرتے۔ اس شعر مین فارسیت بہت غالب ہے اور خاص مرزا بیدل
کی طرز کا شعر ہے میرزا صاحب نے بیدل کا اسقدر تتبع کیا ہے کہ دونون
کے کلام مین کوئی فرق باقی نہین رہا۔ درحقیقت تتبع اسکو کہتے ہین۔

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا		بمہر صد نظر ثابت ہے دعوے پارسائی کا

یعنے معشوق ہمارا پاکدامن ہے مگر اُسمین عیب ہے تو صرف اسقدر کہ بیوفا ہے
اور اسیوجہ سے یعنے بیوفائی سے رُسوا ہوگیا ہے مگر اُسکی پاکدامنی مین
کوئی شبہہ نہین ہے - چشم کی تشبیہ مہر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور یہان
قاعدۂ مجاز مرسل کے لحاظ سے نظر بمعنی چشم مستعمل ہوا ہے -

زکات حسن دے ای جلوۂ بینش کہ مہر آسا	چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

کاسہ گدائی سے مراد چشم ہے کیونکہ آنکھہ کی تشبیہ کاسہ گدائی کے ساتھہ
دیجاتی ہے اور وجہ شبہہ یہہ ہے کہ آنکھہ مین عمق ہوتا ہے اور اکثر آنکھہ
بادامی شکل کی ہوتی ہے اور کاسہ گدائی مین بھی عمق ہوتا ہے اور اکثر
کاسہ گدائی بھی تراش وخراش مین بادام کا ہمشکل ہوتا ہے - زکات حسن اور
جلوہ بینش بھی اس معنی کے ممد ومعاون ہین کہ کاسہ گدائی بمعنی دیدہ وچشم
آیا ہے بلکہ کاسہ گدائی کے مجازی معنی یہی آنکھہ کے ہین ان قراین کی
بھی کوئی ضرورت نہین - **خانۂ درویش** سے مراد قائل کا تن اور جسم
ہے - **جلوہ بینش** سے مراد معشوق ہے شعر کے معنے یہہ ہین کہ اے
معشوق تو اپنا حسن وجمال ہمکو دکھادے تاکہ ہماری آنکھین روشن اور
منور ہوجائین آفتاب کیطرح **مہر آسا** = آفتاب کیطرح مہر آسا مصرع ثانی کے
متعلق ہے جو مصرع اول مین آگیا ہے - **چراغ ہونا** = اس شعر مین اس کے
مجازی معنے روشن ہونیکے ہین - مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ ہماری
آنکھہ روشن ہوجائے -

شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہو جائیگا	گر نگاہ گرم فرماتی رہے تعلیم ضبط

نگاہ گرم = چشم گرم کا مترادف ہے اور چشم گرم محبت و عنایت و مہربانی کو کہتے ہین مگر چشم گرم یا نگاہ گرم قہر اور غضب کے معنون پر بھی آسکتا ہے۔ کیونکہ لفظ گرم بمعنی اختلاط اور بمعنی غضب دونون معنون مین آیا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے ؎ عمر خود رفت و ہمان بیگانہ با ما مگر ؎ در قیامت گرم خواہی شد مبا چون آفتاب یعنے اے معشوق شاید تو قیامت کے دن ہمارے ساتھہ اختلاط اور گرمجوشی اور محبت کریگا۔ تیرا گانہ پن ہمارے ساتھہ شاید قیامت کے روز ہو گا۔ یہہ شعر سلیم کے معنے ہین نہ شعر غالب کے۔

مین نہ اچھا ہوا برا نہوا	درد منت کش دوا نہوا

مین نہ اچھا ہوا = یعنے مین اچھا نہوا۔ برا نہوا = یہہ برا نہوا۔ یہہ محذوف ہے میرا اچھا نہونا یعنے میرا تندرست نہونا اور صحت نپانا برا نہوا مین جو بیمار اور علیل رہا یہہ اچھا ہوا۔ کیونکہ تندرست ہونا تو دوا کی منت اٹھانی پڑتی۔ حاصل یہہ کہ کسی کا احسان اٹھانا بری بات ہے۔ احسان نہ اٹھایا چاہیئے۔ حضرت قبلگاہی مولانا مولوی والد مرحوم و مغفور اس شعر کی مختصر شرح جو توفیق صراحت مین مندرج ہوئی تھی اسطرح بیان فرماتے ہین کہ (کیونکہ ممنون دوا ہونا اور احسان دوا کا اٹھانا بہت برا تھا)

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو	اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

گویا مرزا صاحب اپنی بدنامی و رسوائی سے ڈرتے ہین اور اس لئے رقیبونکا اجماع نہین چاہتے ہے - گلہ - شکوہ -

ہم کہان قسمت آزمانے جائین	تو ہی جب خنجر آزما نہوا

خنجر آزمانا = کنایہ ہے قتل کرنے سے - قسمت آزمائی اسطرح سے کہ کسی معشوق کے ہاتہہ سے قتل ہو جائین تاکہ آزار عشق سے نجات ملے اور درجہ شہادت حاصل ہو مگر قائل کی بدبختی اسقدر بڑہی ہوی ہے کہ کوئی قاتل ہی نہین ملتا - یہ شاعرانہ مضمون ہے نہ کہ حقیقت حال - ہی = حصر کے لئے آتا ہے

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی	آج ہی گہر مین بوریا نہوا

مرزا اس شعر مین اپنا دکہڑا روتے ہین اور اپنی محتاجی و مفلسی ظاہر کرتے ہین اس شعر کا پیرایہ قابل تعریف ہے - کسی صاحب نے اس شعر کے باب مین مجہہ سے یہہ کہا تہا کہ گہر مین بوریا نہوا تو کیا حرج ہے - کرسیون پر بیٹہین گے مین نے یہہ جواب دیا کہ بسبب محتاجی و مفلسی کے بوریا جو ارزان چیز ہے نہین لے سکتے ہین اور مٹی پر بیٹہنا پڑتا ہے تو کرسیان جو بہ نسبت بوریا کے بہت گران قیمت ہوتے ہین کہان سے آئین گے -

جان دی - دی ہوی اسیکی تہی	حق تو یون ہے کہ حق ادا نہوا

یعنے اگرچہ ہم نے راہ خدا مین یا راہ معشوق مین اپنی جان دی اور مر گئے تو پھر کونسا بڑا کام ہوا کیونکہ جان تو اُسی کی دی ہوئی تھی یعنے جان خدا کا یا معشوق مجازی کا مال تھا لہذا ہم نے جو جان دی تو کوئی بڑا کام نہین کیا بلکہ ہم ادائی حق مین قاصر رہے۔ اُسی کی = یعنے خداے عزوجل کی یا معشوق مجازی کی۔ بہرحال دونون پہلو ہین جان دی = یعنے ہم نے جان دی یہان ہم فاعل محذوف ہے۔ جان دینا = یعنے مرجانا۔ ہلاک ہوجانا۔ دوسرے معنے جان عطا کرنا جان بخش دینا۔ پہلے جان دینے کے معنے ہین مرنا اور دوسرے جان دینے کے معنے ہین جان عطا کرنا (ف) جان بخشیدن۔ اس شعر مین لطف یہہ ہے کہ قائل نے ایک مصدر یعنے (جان دینا) کے دو جداگانہ وعلیحدہ معنے استعمال کئے ہین۔

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما	کام گر رُک گیا روا نہ ہوا

اس شعر پر حضرت قبلگاہی مولانا والہ مرحوم ومغفور نے ایک اعتراض کیا تھا جو وثوق صراحت مین سہواً درج نہوا۔ اعتراض یہہ ہے۔ (دبے یہہ سے زخم کا جیسے لہو نہ تھما یعنے لہو جاری ہے اسیطرح رُکے ہوے مطلب کا روا ہونا بھی چاہئے تھا۔ یہہ خلاف کیونکر ؟) میری راے ناقص مین بیشک یہہ اعتراض اُسوقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ روا قافیہ اور نہوا ردیف مان لیجائے

مگر جب اُسکو قافیۂ معمول قرار دیا جائے اور روانہ بمعنی جاری اور ہوا ردیف قرار دیجائے تو اعتراض وارد نہوگا اور درحقیقت اعتراض صورت اول ہی مین ہے نہ کہ صورت ثانی مین - یعنے کام اگر رک گیا تو جانئے کہ جاری ہوگیا - یہہ کمال مایوسی وناامیدی کی بات ہے یا کمال استقلال اور ثابت قدمی کی تقریر ہے کہ کام کے بند ہو جانے کو بھی اپنی ہمت اور استقلال کے مقابلے مین جاری ہو جانا سمجھتے ہین - یہہ بات تو ظاہر ہے کہ زخم کے دب جانے سے لہو نہین تھمتا اور لہو برابر جاری رہتا ہے اگرچہ زخم دب جائے مرزا نے اسکو دیکھکر یہہ مضمون نکالا کہ کام رُک جائے تو یہہ سمجھنا چاہیے کہ بند ہوگیا بلکہ یون جانئے کہ جاری ہوگیا - فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع صد در شود کشادہ چو بستہ شود درے ٭ اس شعر کا مضمون اس ضرب المثل کے قریب قریب واقع ہوا ہے - قرینہ یہہ کہ ایک جگہہ کام رک گیا تو دوسری جگہہ جاری ہو جائیگا -

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے		لیکے دل دلستان روانہ ہوا

قافیہ معمولہ سے شعر مین کسقدر رقت اور اشکال اور حسن پیدا ہو جاتا ہی اور قافیہ معمولہ جو دلچسپ اور دلکش ہو مشکل سے حاصل ہوتا ہی اسی لئے اکثر شعرائے نامدار قافیہ معمولہ پر مرتے ہین - خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز ٭ ساقیا نرفت خانہ ہنوز

میکشی و بغمزہ میگوئی　　توبہ کردی زعشق یا نہ ہنوز

یا نہ = قافیہ معمول ہے اور شمس الدین فقیر رح مصنف حدایق البلاغۃ فرماتے ہین - رباعی -

گر شمع نہ دلجوئی پروانہ کند　　بر آتش او ز دور پروانہ کند

فریاد ز شمع من کہ در آتش عشق　　پروانہ صفت سوزم و پروا نکند

پروانکند = قافیہ معمول ہے اور لطف یہہ کہ ایک تو پروانکردن یعنے پر کہولنا پر نکشادن اور دوسرا پروانکردن یعنے پروانکرنی سے یعنے بے پروائی اور بے اعتنائی کرنا -

کچھہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین	آج غالب غزل سرا نہوا

قائل نے آپ کو شخص غیر قرار دیا ہے جیسا کہ فارسی کے شعرا کا دستور ہے اور فرضی شخص غیر سے کہتا ہے کہ اے صاحب آج غالب تو غزل سرا نہوا لہذا محفل سخن بے لطف و بے رونق ہے - جہان غالب غزل پڑہتا ہی وہان لطف سخن حاصل ہوتا ہے - خیر آج آپ ہی کچھہ پڑہیے کیونکہ غالب کے بعد آپکا نمبر ہے اور غالب کے بعد سبکو آپ کے کلام مین لطف آتا ہے مطلب یہہ کہ مین اپنے معاصرون اور ہمطرحون مین سب سے بہتر ہون اور اس مقطع مین معاصرون پر طعن و تعریض کیا ہے کہ وہ مجھہ سے درجے مین گھٹکر ہین - سالم غزل پڑہنے کے بعد یہہ قول کہ (کچھہ تو پڑہیے) کنایہ ہی جس سے طنز و تعریض دوسرے شعرا پر مقصود ہے - غزل سرا =

غزل پڑہنے والا - غزلخوان -

گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا		گلہ ہے شوق کو دلمین بہی تنگی جا کا

شاعر نے اس شعر مین شوق کو دریا سے اور دل کو گوہر سے تشبیہ دی ہے
اور کہتا ہے کہ دریا یعنے شوق گوہر مین یعنے دل مین محو ہو گیا - باوجود اسکے
شوق تنگی جا کا گلہ مند ہے حالانکہ دل کی وسعت معلوم و مشہور ہے
کہ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللہ تعالیٰ - عرش کی وسعت تمام آسمانون
سے بڑہکر ہے - مگر پہر بہی گلہ باقی ہے - تو یہ غضب کا شوق ہوا - اگرچہ سچا
موتی جثہ اور مقدار مین چہوٹی چیز ہوتا ہے مگر قیمت مین گران ہوتا ہے
اسیطرح دل اگرچہ بظاہر ایک ذراسی چیز ہے مگر کمالات باطنی وروحانی
کے لحاظ سے ایک بہت بڑی اور وسیع شئے سمجہی جاتی ہے - اس شوق
کو تمام زمین و آسمان کی گنجایش کافی و مکتفی نہو گی - قائل کا مطلب یہہ ہے
کہ ہمارا شوق بیحد و بے حساب ہے - اس شعر مین اپنے شوق کی وسعت
و فراخی کو بیان کرتا ہے - مگر مرزا کا یہہ طرز بیان اہل فصاحت کے
پسند نہین ہوسکتا - دوسرے معنے اسطرح ہوسکتے ہین کہ پہلا مصرع بسالم
استفہام انکاری مان لیا جاسے یعنے شوق کو دلمین بہی تنگی جا کا گلہ نہین
ہے کیونکہ دل بحیثیت جثہ ایک چہوٹی سی چیز اور گوہر سے مشابہ ہے
جسطرح دریا کا اضطراب گوہر مین نہین ہوتا اسیطرح شوق کا گلہ دل مین نہین ہے
کیونکہ وہ تو یعنے شوق دلمین فنا ہو گیا - اضطراب دریا تلاطم و امواج سے

واد ہے ۔ مگر ان معنون کو (بھی) کا لفظ مانع و مزاحم ہے ۔ یا (بھی) کو حشو سمجھہ لیجئے کہ وزن کے لئے آگیا ہے اور معناً کوئی تعلق نہین رکھتا مگر اسصورت مین حشو قبیح ہوگا جو عیب ہے ۔ محو ہونا = فنا ہونا ۔

مگر ستمزدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا	یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب

یعنے ذوق خامہ فرسا کیوجہ سے کچھہ نہ کچھہ لکھتا رہتا ہون اگرچہ جواب نہ آئے ۔ ذوق خامہ فرسا وہ ذوق ہے جو خامہ فرسائی کرے اور کچھہ نہ کچھہ لکھوائے ۔ ذوق موصوف اور خامہ فرسا اُسکی صفت ہے ۔ خامہ فرسا اسم فاعل ترکیبی ہے یعنے فرسایندہ خامہ ۔ قلم گھسانیوالا ۔ ظاہر ہے کہ لکھنے سے قلم گھس جاتا اور فرسودہ ہوجاتا ہے ۔ اور = استبعاد کیلئے ہے یعنے یہہ بات بعید ہے کہ تو پاسخ مکتوب لکھے ۔

مجھے دماغ نہین خندہ ہائے بیجا کا	غم فراق مین تکلیف سیر باغ ندو

مجھے دماغ نہین = یہہ فارسی محاورے یعنے (دماغ ندارم) کا ترجمہ ہے دماغ ندارم یعنے مجکو قوت شامۂ صحیح نہین ہے

کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا	ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون

یعنے باآنکہ ہر بن مو چشم بینا کا کام کرتا ہے مگر تاہم محرمی جمال حقیقی یا مجازی سے محروم ہون یعنے دیدار میسر نہین ۔ محرمی = نزدیکی واقفکاری

کو = بمعنی برائے - کیلئے - ترسنا = کسی چیز کے لئے حد سے زیادہ خواہش کرنا - خواہشمند ہوتا - ترسے ہے اب متروک ہے اسکی جگہ یہ مین کرتا ہے کہین گے

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے	ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

تقاضا اسم غیر سالم ہے مگر مرزا نے اسے سالم باندھا ہے حسن کے تقاضے کا چاہئے تہا - ہمین دماغ کہان یعنے ہمین دماغ نہین ہے -

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے	مری نگاہ مین ہی جمع و خرج دریا کا

یعنے گریہ بمقدار دریا کے ہے - گریہ مین مبالغہ کیا ہے -
بمقدار = اسمین با موافقت کیلئے ہے یعنے موافق مقدار - مطلب یہ کہ گریہ حسرت دل سے بڑہکر ہے اور گریہ کی مقدار بقدر دریا کے ہے نہ بقدر حسرت دل کے - کیونکہ دل چہوٹی چیز ہے اور دریا تمام دنیا کو گہیرا ہوا ہے -

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا	خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

یعنے معشوق نے جام شراب جب اپنے منہ سے لگایا تو اُس کے حسن سے شراب کو اسقدر حیرت ہوی کہ ہر ایک قطرۂ شراب ایک ایک گوہر بنگیا - گوہر کیلئے رشتہ چاہئے تہا - شاعر نے خط جام کو رشتہ قرار دیا ہے

یہ شعر نہایت لطیف اور مشکل اور نازک خیالی کا عمدہ نمونہ ہے ۔
حیرت سے اشیای سیال کا منجمد ہوجانا اور چیزہاے روان کی رفتار
بند ہوجانا ایک ایسا مضمون ہے جسکو شعراے نازک خیال نے کئی طرح سے
اور کثرت سے باندھا ہے ۔ نفس پرور = یعنے روح پرور ۔ جان پرور
اس شعر مین سراسر کا لفظ حشو اور زائد ہے ۔ حیرت سے یعنے حسن و جمال
معشوق کی حیرت سے یا لب معشوق کی حیرت سے بہر حال دونو معنے
مربوط ہین ۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا	غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھپر ہوا

غیر نے الخ یعنے معشوق نے سمجھا کہ مین نے آہ کی لہذا مجھپر خفا ہوا حالانکہ
آہ غیر نے کی ہے مگر چونکہ عاشقی مین میرا اعتبار ہو گیا ہے لہذا غیر کی آہ
کو میری آہ تصور کرتا ہے ۔

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا	تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

یعنے تپش شوق نے جدائی کے خیال سے دلکو بیحد پریشان کردیا ۔ ذرون پر
دل باندھنا کنایہ ہے دل کے پریشان و مضطرب ہونے سے محمل =
ہودج ۔ محمل باندھنا = محمل بستن کا ترجمہ ہے ۔ لفظ محمل مذکر ہے

اہل بینش نے بحیرت کدۂ شوخی ناز	جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

یعنے شوخی سے حیرت کو متبدل باضطراب کر دیا - حالانکہ حیرت غیر متحرک شے ہے -

عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا		یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا

سوال کرنیوالے کو دو باتین یعنے یاس و امید ہوتی ہین یعنے یہہ مایوسی بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال رد ہو جائیگا اور یہہ امید بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال قبول ہو جائیگا - سوال کرنیوالے کو ہرگز اس بات کا یقین نکرنا چاہیئے کہ میرا سوال بالضرور قبول ہو جائیگا یا رد ہو جائیگا کیونکہ رد و قبول دوسرون کے ہاتہہ مین ہے - اور سائل کا کام صرف سوال کرنے کا ہے اس شعر مین یک عربدہ میدان کی ترکیب محل تامل ہے کیونکہ یہہ فارسی کے اہل لسان کی ترکیب نہین ہے - یہہ شعر بے معنے معلوم ہوتا ہے یون شارحین جو معنے چاہین لگا دین مگر مضمون خیز شعر نہین ہے -

جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا		درماندگی مین غالب کچہہ بن پڑے تو جانون

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اب رشتہ مین گرہ پڑ گئے ہین مگر ناخن گرہ کشا نہین ہے اور ناخن گرہ کشا اُس زمانہ مین تہا جبکہ رشتہ بے گرہ تھا
درماندگی = عاجزی - ناچاری -

کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا		بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے

یک عمر ورع = یعنے ورع یک عمر - مقلوب الترکیب ہے - عمر کو بغیر اضافت کے پڑہنا چاہئیے - یک عمر ورع یعنے ایک مدت کا زہد و تقوی - فصحا سطح کہہ گئے کہ زہد بسیار یا زہد شاق - مرزا نے مرزا بیدل و ناصر علی کی تقلید سے یک عمر ورع کہا ہے - یہہ ترکیب اور ایسے تراکیب اہل لسان کے پاس محض لغو اور تکلف لا طایل مانے جاتے ہین - مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا غالب ایک وضع کے تین سوار ہین جو اپنی چال مین برابر چلے جاتے ہین - وَرَع = بفتحتین زہد و پرہیز گاری - بار دینا = یعنے آمد و رفت کی اجازت دینا - بارے = کلمہ ایجاب ہے -

ہوا جب غم سے یون بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا	نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دہرا ہوتا

یہہ کلام سر کٹنے سے پہلے کا ہے یعنے شاعر کا یہہ کلام بالفعل نہین ہے بلکہ بالقوہ ہے -

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے	وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تعظیم کیواسطے ہے یعنے غالب مر گیا مگر ہمین اسکی آرزوئین اور تمنائین یاد آتی ہین کہ وہ ہر ایک بات پر کہا کرتا تہا کہ ایسا ہوتا تو کیا اچہا ہوتا یعنے سرکار انگریزی کیطرف سے پنشن جاری ہو جاتی یا بادشاہ دہلی کے پاس سے سہرہ کا صلہ ملجاتا یا کلکتہ مین اوستادی کا سکہ بیٹہہ جاتا الغرض اب اوسکی خواہشات یاد آتے ہین اور افسوس ہوتا ہے - قائل نے یہان اپنے کو

شخص غیر قرار دیا ہے - اور یہہ فارسی و اردو مین درست ہے - قاعدہ ہوتا ہے
کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اُس کے دوست او راحباب اُسکی نیکیان
اور نیک خواہشات اور اچھی باتین یاد کر کے افسوس کرتے ہین اور اس سے
اونکا منشا یہہ ہوتا ہے کہ آخرت مین اللہ تعالی اُس میت کا مرتبہ بلند کرے
اور دنیا مین جو محرومی ہوی ہے اسکا بدلہ آخرت مین ملے

یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالہ کی داغ کا	یک ذرہ زمین نہین بیکار باغ کا

اس شعر کو مشکل بامعنی کہہ سکتے ہین - یہان مصنف کا طائر خیال اسقدر
بلند ہوا ہے کہ نظرون سے غائب ہو گیا ہے گویا معدوم و فنا ہو گیا ہی
بہر حال نہایت خوض و غور کے بعد یہہ معنے میرے ذہن مین آتے ہین کہ
شاید اس شعر مین دنیا کی بے ثباتی کا مضمون لکھا ہے یعنے اہل دنیا کی
عبرت پذیری اور نصیحت یابی کے لئے باغ کی زمین کا ایک ذرہ بیکار نہین
ہے باغ مین جو راستہ ہے جسپر لوگ خوشی خوشی سے باغ کی سیر کے مزے
اُڑاتے ہوے چلتے پھرتے ہین اگر غور کیجئے تو یہہ جادہ داغ لالہ کا
فتیلہ ہے یعنے یہہ جادہ اس بات کو روشن کر رہا ہے اور بتا رہا ہے
کہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہین ہے بلکہ عشرت پرستی دنیا کا حاصل داغ
ہے اور داغ بہی خاص لالہ کا داغ جو کبھی منقطع اور علیحدہ ہو نہین سکتا -
ظاہر ہے کہ داغ لالہ ہمیشہ لالہ کے ساتھہ ہی رہتا ہے اور لالہ حالانکہ باغ مین ہے
مگر داغدار ہے اور یہہ طرفہ ماجرا ہے کہ جو خوشی شب و روز باغ مین جو عیش

وعشرت کی جگہہ ہے رہے اور پہر داغداری ہو - آخر اس داغداری کی کوئی وجہ
خاص ہوگی - فتیلہ روشنی کے لئے ہوتا ہے اور فتیلہ سے تاریکی دور
ہوتی ہے اور وہ تاریکی مین اشیا کو دکھاتا ہے - یہان فتیلہ سے مراد
فتیلۂ روشن ہے نہ کہ فتیلہ خاموش - مطلب یہہ کہ دنیا بے ثبات ہے
اور عیش وعشرت کی جگہہ نہین - دیکھو لالہ جو باغ مین ہے وہ خود داغدار
ہے اور باغ کا جادہ اس بات کو دکھانے کیلئے اہل نظر کی آنکھون مین
فتیلۂ روشن کا کام دے رہا ہے - جادہ کو فتیلہ کے ساتھہ تشبیہ
دی ہے اور وجہ تشبیہ درازی ہے جو جادہ اور فتیلہ دونون مین مشترک
ہے - یہہ شعر کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے -

بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی	کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

آگہی = ہوشیاری - یعنے بغیر شراب کے آشوب ہوشیاری کی طاقت
کسی کو نہین ہے - مطلب یہہ کہ ہم کو بغیر شراب کے ہوشیاری حاصل نہین ہوتی
جب ہم شراب پیتے ہین تب کام کرنیکی یا شعر کہنے کی قوت اور طاقت ہم کو
حاصل ہوتی ہے - مسعود سعد شراب کی تعریف مین فرماتے ہین ؎
بخواہ آن طبع را قوت بخواہ آن کام را لذت بخواہ آن چشم را [illegible]
آن نظر را [illegible] شراب کا تقویٰ طبع ہونا اس شعر سے ثابت ہے - چونکہ
[illegible] لوگ ہوشیاری کو بری چیز جانتے ہین لہذا ہوشیاری
[illegible] آشوب [illegible] ہنگامہ کہتا ہے [illegible]

حوصلہ نے خطا یاغ کا = یعنے شراب نہونے سے حوصلہ عاجز ہوگیا ہے -

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل	کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل = یہہ مصرع ردلف لام مین بھی آیا ہے اس شعر کے یہہ معنے ہین کہ بلبل کی عشقبازی اور نواسازی پر گل ہنستے ہین اور بلبل اس بات کو سمجھتا ہی نہین اور اپنے کاروبار سے جو عاشقی و نغمہ گری ہے باز نہین آتا تو اُسکے عدم فہم کیوجہ سے یہہ ثابت ہوا کہ بلبل عاشق مزاج کا دماغ صحیح نہین ہے اور عشق و عاشقی خلل دماغی کا نام ہے - کیونکہ ہوشیار ہوتا تو اپنی تضحیک و رسوائی کو پسند نکرتا اور ترک عاشقی کرتا - اس شعر مین یہہ بات بیان کی ہے کہ عشق بُری چیز ہے اور برخلاف اہل عرفان کے عشق کی مذمت کی ہے - میرزا نے اور ایک جگہہ عشق کی توہین کہی ہے عشق نے غالب نکما کردیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے + کتاب سُلم الادب مین لکھتے ہین کہ فیثاغورس حکیم نے عشق کی تعریف مین کہا ہے عشق خاصیت طبعی ہے کہ دل مین پیدا ہو جاتی ہے - حرکت کرتی ہے اور بڑھتی ہے اور پہر پرورش پاتی ہے - اور حرص کے بہت سے مادے اس کے ساتھہ جمع ہو جاتے ہین اور جتنی زور پر آتی ہے - اُتنی ہی صاحب عشق کی گھبراہٹ اور دلبستگی - دراز نفسی طمع کی آرزون کا سوچ جستجو کی حرص طول کھینچتی ہے یہانتک کہ غم پر اضطراب تک نوبت پہنچ جاتی ہے خون بدن مین اسوقت جل جاتا ہے اور مادہ صفراوی بھڑک کر سودا ہوجائے

تبدیل ہو جاتا ہے۔ سودا کی طبیعت مین فساد فکر داخل ہے اور فساد فکر کے ساتھہ ہی زوال عقل ہوتا ہے۔ اور ناممکن بات کی امید۔ آرزو بے انتہا۔ یہانتک کہ یہہ جنون کو نوبت پہنچا دیتی ہے۔ اکثر ایسے وقت مین عاشق نے اپنے تئین مار ڈالا ہے۔ اکثر غم کے مارے مرگیا ہے۔ اکثر معشوق کیطرف دیکھا اور شادی مرگ ہو گیا۔ اکثر ایک ٹھنڈی سانس لیا ہے اور دم گھٹ کر رہ گیا ہے۔ ۲۴ گھنٹے تک اسطرح رہا ہے کہ لوگ جانتے ہین مرگیا۔ اُسے دفن کر دیتے ہین مگر وہ زندہ ہوتا ہے اکثر اوپر کو سانس لیا ہے۔ دم غلاف دل مین گھٹ جاتا ہے۔ دل اُس پر چمٹ جاتا ہے کہ پھر نہین کھلتا یہانتک کہ مر جاتا ہے۔ اور تو اُسے دیکھے گا کہ جس پر عاشق ہے جب اُسکا ذکر کیا جائے تو لہو اُسکا ہٹ جاتا ہے۔ اور رنگ بدل جاتا ہے۔ **شیخ ابن سینا** کہتا ہے کہ عشق ایک وہم فاسد کا مرض ہے جیسے دیوانہ پن کہ بعض صورتون اور عادتون کے اچھا ہونے پر دل کو قایم کرکے انسان اس مرض کو خود اپنے اوپر لیتا ہے کبھی اس کے ساتھہ ہوس جماع کی بھی ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی صحرا ئے عرب کی ایک عورت نے کہا کہ عشق ٹھہری ہوی چیز کے ہلا دینے اور ہلی ہوی چیز کے ٹھہرا دینے کو کہتے ہین۔ بعض اہل ادب نے کہا ہے کہ جنون قسم قسم کا ہے۔ ایک قسم اسمین سے عشق بھی ہے **قاموس** مین ہے کہ عشق پیار کرنے والے کا گھمنڈ کرنا ہے اپنے پیارے پر۔ یا محبت کا بیحد ہونا۔ پاکدامنی کے ساتھہ بھی ہوتا ہے

اور ناپاکی کے ساتھہ بھی - یا اُس کے عیوب سے عقل کا اندھا ہو جانا -
یا ایک مرض وہمی ہے کہ بعض صورتوں کے اچھا سمجھنے پر دل لگا کر انسان
اُس مرض کو آپ اپنے سر لیتا ہے - عَشَقَہ جیسا عِلّہ مشتقًا بالکسر اور
بالتحریک (یعنے ولو زبروں سے) ہے - مرد عاشق اور عورت عاشق
بھی اور عاشقہ بھی اور تعشّقہ یعنے وہ بناوٹ سے عاشق بنا - اور
سِکّیت کے وزن پر ہو تو بڑا عشق والا -

تازہ نہیں ہے نشہ فکر سخن مجھے	تریاکی قدیم ہوں دودِ چراغ کا

یعنے زمانہ قدیم سے دودِ چراغ کی تریاک کہایا کرتا ہوں - یعنے رات بہر
اور تمام شب چراغ سامنے رکھکر فکر کرکے اشعار رکھتا ہوں - دودِ چراغ
خوردن فارسی کا محاورہ ہے اور مرزا نے یہہ مضمون اسی محاورہ سے
اخذ کیا ہے - تریاکی منسوب بہ تریاک ہے جیسے افیون کہانیوالے
کو افیونی کہتے ہیں اسیطرح تریاک کھانے والے کو (تریاکی) کہا ہے
اور اسیطرح شرابی و کبابی وغیرہ الفاظ آئے ہیں - شرابی یعنے شراب
پینے والا - وقِس علیٰ ھذا - افیونی و تریاکی و شرابی و کبابی کی
یا یای فاعلی ہے تریاک بہ یا و زہر -

ہے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار	یہہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

قائل نے خونِ دل کو شراب اور چشم کو شراب خانہ قرار دیا ہے یہاں خراب کا

لفظ ایہامی لفظ ہے کیونکہ خراب بمعنیٔ مست و ویران آیا ہے۔ معنی اول یعنے مست کے لحاظ سے یہہ لفظ میکدہ اور سے کے ساتہہ مناسبت رکہتا ہے۔ کیونکہ شراب مستی آور اور مست کرنے والی چیز ہے۔ اور اس شعر مین معنیٔ ثانی یعنے ویران مراد ہے۔ غبار مین حرف با ہے لہذا بے اور با صنعت تضاد ہے۔ حاصل شعر یہہ کہ ہماری آنکہہ خون دل کی تلاش کر رہی ہے یعنے خون رونا چاہتی ہے۔

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل	ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

باستثنا وثوق صراحت کے اس شعر کے معنے کل شارحون نے غلط لکہے ہین۔

وہ مری چین جبین سے غم پنہان سمجہا	راز مکتوب بہ بے ربطیٔ عنوان سمجہا

یعنے معشوق نے میرے چین جبین کو دیکہکر یہہ سمجہا کہ مین غمگین ہون۔ دوسرے مصرع مین سمجہا کی جگہہ فہمید لکہدیجے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے۔ مصرع راز مکتوب بہ بیربطیٔ عنوان فہمید۔ بعض کاتبون نے بہ کو بہ یعنے پر کا مخفف لکہدیا ہے جس سے دوسرا مصرع بے معنے ہو گیا تہا یہہ بہ تعلیل کے لئے یعنے بمعنیٔ از آیا ہے۔ بہ بیربطیٔ عنوان یعنے بہ سبب بے ربطیٔ عنوان کے سمجہا کا فاعل معشوق ہے۔ غم پنہان یعنے غم دل۔

بدگمانی نے نچاہا اُسے سرگرم خرام	رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیران سمجہا

معشوق کی بدگمانی نے معشوق کو سرگرم خرام نچاہا - یعنے معشوق جو سرگرم خرام نہین ہوتا ہے اسکی وجہ کیا ہے - ؟ اسکا سبب یہہ ہے کہ مشی اور سرگرمی رفتار سے چہرہ پر پسینہ آتا ہے اور پسینے کے قطرے آنکھون سے کسیقدر مشابہت اور ہمشکلی رکہتے ہین تو معشوق نے بوجہ بدگمانی کے ان قطرون کو اپنے عاشقون کی آنکھین تصور کرلین اور یہہ سمجھا کہ راہ چلنے مین اپنے چہرے پر اپنے عاشقون کی آنکھین لگ جاتی ہین لہذا سرگرم خرام نہوا - دیدۂ حیران = یعنے دیدہ حیران عاشق کا جو معشوق کے حسن و جمال و ناز و انداز کو دیکھکر محض حیران اور مبہوت و بے حس ہوگیا ہے -

عجز سے اپنے یہہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا	نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجہا

یعنے معشوق سرکش کے سامنے عاجزی و انکساری بیکار و فضول ہے جیسے فارسی کا شاعر کہتا ہے ~ اظہار عجز پیش ستم پیشہ چارہ نیست * اشک کباب باعث طغیان آتش است * تپش تپیدن کا حاصل بالمصدر ہے تپیدن یعنے تڑپنا - لفظ تپش نبض کے ساتہہ مناسبت رکھتا ہے - کیونکہ نبض مین تڑپ اور حرکت ہوتی ہے شاعر کہتا ہے کہ جسطرح شعلہ خس کو جلادیتا ہے اوسیطرح معشوق افروختہ میری عاجزی سے زیادہ بدخو ہوتا ہے

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی	ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجہا

مصرع از ضعف ہر جا کہ نشستیم وطن شد - کا مضمون ہے شبستان مین راحت

راست ہوتی ہے اور سایہ کو ضعف کے ساتھ تشبیہ تامہ ہے کیونکہ وہ بھی افتادہ ہوتا ہے ضعیفون کیطرح۔ اور سفر مین چلنا ہوتا ہے لہذا یہہ لف و نشر مرتب ہوا۔

تھا گریزان مژہ یار سے دل تا دم مرگ	دفع پیکان قضا اسقدر آسان سمجھا

اس شعر مین پیکان قضا اور دم مرگ اور مژہ یار ایسے الفاظ ہین کہ اُن کے ساتھہ لفظ زخم کمال درجہ کی مناسبت و لطافت و نزاکت رکھتا ہے لہذا حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور کا دخل قابل تعریف ہے۔ لفظ زخم کی مناسبت سے اس موقع پر شاعر نازک خیال کا ذہن ہی محظوظ ہو سکتا ہے۔ دفع کا لفظ بیہودہ ہے۔ اور لطف یہہ معنی مین کوئی نقصان نہین آتا یعنے دل نے تا دم مرگ یہہ سمجھا کہ مژہ یار سے بھاگ جاؤنگا تو زخم پیکان قضا سے محفوظ رہونگا حقیقت مین حضرت والد مرحوم کا یہہ نسخہ قابل داد و انصاف ہے نہ لایق گرفت و گیر مرزا غالب دہلوی کوئی پیغمبر نہین تھے جو اول سے آخر تک معصوم اور غلطی سے محفوظ رہ سکتے۔ مژہ کی تشبیہ نشتر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور نشتر کا کام زخم کرنیکا ہے۔ مرگ بعض وقت زخم سے واقع ہوتا ہے۔ اور پیکان کا یہہ کام ہے کہ زخم کرے۔ ان وجوہات سے زخم کا لفظ مناسب ہے۔

دل دیا جان کے کیون اسکو وفادار اسد	غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

یعنے معشوق بیوفا ہے اُسکو جو وفادار سمجہا تو یہہ غلطی کی اور معشوق بیوفا کو وفادار جاننا ایسی غلطی ہے جیسے کوئی شخص نادانی سے کافر کو مسلمان سمجہے - اسد = منادی یعنے اے اسد - اُسکو = یعنے معشوق بیوفا کو پہلے مصرع کا مضمون اسطرح ہے کہ اے اسد کیون اُسکو یعنے معشوق کو وفادار سمجہکر تونے اپنا دل دے دیا - کافر اور مسلمان صنعت تضاد ہے جسکا دوسرا نام طباق ہے - جان کے = یعنے سمجہکر اور جان بمعنی روح بھی آیا ہے - اور یہہ دوسرے معنے یعنے روح جو یہان غیر مقصود اور نامطلوب ہین لفظ دل کے ساتہہ مناسبت رکہتے ہین - کیونکہ دل اور جان لازم و ملزوم چیزین ہین اور روح کا مقام دل ہے لہذا لفظ جان سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی - شعر صاف اور نہایت عمدہ بلکہ لاجواب ہے -

دیکہکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹہنڈا	نالہ کرتا تہا ولے طالب تاثیر بھی تہا

کلیجا ٹہنڈا ہونا محاورہ ہے اسکے معنے ہین مراد بر آنا - خوش ہونا - آرام پانا -

پیشہ مین عیب نہین رکہئے نہ فرہاد کو نام	ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تہا

پیشہ = پیشہ یہی کہ فرہاد نے سنگ تراشی کا کام کیا تہا - کسیکو نام رکہنا = محاورہ ہے - اسکے معنے ہین کسیکو عیب لگانا - بدنام کرنا - بُرا کہنا - آشفتہ سر = دیوانہ =

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی	مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی = یہہ دونون صفات اُس دل کے ہین جس نے وفائی بیوفایان کا فریب کہایا ہے -

خورشید ہنوز اُسکے برابر ہوا تہا		چہوڑا مہ نخشب کیطرح دست قضا نے

ماہ نخشب = وہ چاند ہے جسکو حکیم ابن عطا مشہور بہ ابن مقنع نے جادو اور شعبدہ کے اصول پر سیماب اور دوسرے اجزا سے بنایا تہا - وہ چاند برابر دو مہینون تک ہر رات کو ایک کنوین سے جو کوہ سیام کے نیچے واقع تہا نکلتا تہا اور اُسکی روشنی بارہ میل تک جاتی تہی - جاننا چاہئے کہ دو مہینون کے بعد یہہ شعبدہ مفقود و معدوم ہو گیا نخشب بفتح نون و سکون خا معجمہ و با موحدہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک ماوراءالنہر مین ہے - ماہ نخشب کو ماہ سیام بہی کہتے ہین اور کوہ سیام ایک پہار کا نام ہے جو شہر نخشب مین ہے - اس شعر کا مضمون یہہ ہے کہ جب آفتاب نے ہمارے معشوق سے برابری کا دعوی کیا تو کارکنان قضا و قدر نے ماہ نخشب کیطرح آفتاب کو چاہ مغرب مین چہوڑ دیا یعنے غروب کر دیا - اس قبیل کے اچہے اچہے مضامین بعض اردو کے اور نامور شعر لنے بہی نکالے ہین چنانچہ میر سوز رح کہتے ہین ؎ دعوی کیا تہا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو کا + مارین صبا نے دہولین شبنم نے منہ مین تہوکا - میر تقی رح ؎ کیا خوبی اُسکے منہ کی اے غنچہ نقل کرئے + تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے + ولہ ؎ چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا + جمال

یار نے منہ اوسکا خوب لال کیا - مرزا سودا رح ؎ برابری کا تری گل نے جب خیال کیا * صبا نے مار تھپیڑا منہ اُسکا لال کیا - میرزا غالب نے اپنے شعر مین دعوی، یا برابری کا لفظ حذف کردیا ہے تاکہ شعر مین دقت واشکال پیدا ہوا اور جادۂ خیالبندی کے مطابق ہو جائے -

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے		آنکھون مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

اس شعر مین معاصی اور خطیات پر شرمندگی و خجالت سے گریہ کرنے اور رونے کی ترغیب و تحریص دی ہے چنانچہ مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ آخر ہر گریہ ماخندہ ایست * مرد آخر بین مبارک بندہ ایست - اور معہذا بلند ہمتی کی تعریف کی ہے - **توفیق** = اس لفظ کے لغوی معنے یہہ ہین کہ کسی شے کو کسی شے کے ساتھہ مساوی بنا دینا اور اصطلاحی یہہ معنے ہین کہ اللہ جلشانہ اُسباب نیوی کو مخلوقات کی خواہش کے مطابق جمع کردے یعنے جیسی تمنا ہو ویسے ہی سامان فراہم ہو جائین تاکہ اُن کی مراد بر آسے - اور یہہ لفظ صرف امور خیر مین مستعمل ہوتا ہے - مختصر معنے یہہ ہین کہ آرزو کے موافق سامان فراہم ہونا - یہان اصطلاحی معنے مراد ہین **ہمت** = غم اور فکر اور مجازاً ارادہ بلند کو کہتے ہین - یہان مجازی معنے مراد ہین - اس لفظ کے اور بھی کئی معنے ہین جو لغات کے دیکھنے سے معلوم ہون گے - **ازل** = وہ زمانہ جسکو ابتدا نہو -

درپے ہاے معاصی تنک آبی ہوے خشک	میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

یعنے مَین اگرچہ گنہگار ہون - تُنُک آبی = یہہ لفظ مرکب ہے تنک اور آبی سے تُنُک بضمتین اور یہہ کاف عربی ہے نہ فارسی - تنک کے معنے ہین کم اور تھوڑا - اور یا مصدری ہے تنک آبی کے معنے ہین کم آب ہونا - کم پانی والا ہونا - تھوڑا پانی رکھنے والا ہونا - سرِ دامن = دامن کا کنارہ

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل	آتشکدہ جاگیر سمندر نہوا تھا

یعنے اُس سے پیشتر کہ آتشکدہ جاگیر سمندر ہو جاے میرے داغ جگر سے تحصیل جاری تھی یعنے مین آتش عشق مین بہت قدیم سے جل رہا ہون - میرے بعد سمندر کو آتشکدہ کی جاگیر ملی ہے - اس شعر مین شاعر نے اپنی قدامت عاشقی کا ذکر کیا ہے - سمندر = ایک جانور کا نام ہے جو چوہے کی شکل کا ہوتا ہے اور آگ مین پیدا ہوتا ہے - اور آگ مین رہتا ہے - جب آگ سے نکالا جاے تو مر جاتا ہے حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم فرماتے ہین ؎ روزِ الست و عہدِ بلا بود + آن دم کہ کردی یغما دل من +

شب وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا	رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس تھا

یعنے شمع جمال معشوق کے سامنے بے رونق ہو رہی تھی - اردو زبان مین

شمع مونث ہے نہ مذکر چنانچہ صبا کہتے ہین ؎ ہوے پیراب داغ الفت کہان
+ سحر ہو گئی شمع رخصت ہوی + وہ = یعنے معشوق شمع = موم ہی رشتہ شمع =
موم ہی مین جو تاگا ہوتا ہے جس سے موم ہی جلتی ہے اُسکو رشتہ شمع
کہتے ہین ۔ شاعر نے اس رشتہ کو کانٹا قرار دیا ہے ۔ مگر کانٹے کے معنے
یہان حقیقی نہین ہین بلکہ مجازی معنے مراد ہین یعنے تکلیف و زحمت و آزار
خار در پیراہن بودن فارسی کا محاورہ ہے ۔ شاعر نے اس محاورہ کو اس
شعر مین برتا ہے ۔ کسوت = بالکسر لباس اور پوشاک کو کہتے ہین ۔
فانوس = عربی زبان کا لفظ ہے اردو مین یہہ لفظ مونث ہے ۔ چنانچہ
برق کہتے ہین ؎ کیا تجلی ہین کہون اُس ساعد پر نور کی + آستین
یار ہے فانوس شمع طور کی + فانوس کی شکل غبارہ سے شبیہ ہوتی ہے
اور وہ شمع پر ڈہانک دیجاتی ہے تاکہ شمع ہوا سے نہ بجھے اور اُس کی
تیز روشنی کا بُرا اثر آنکھون پر نہو کیونکہ فانوس مین سے جو روشنی چراغ
کی نکلتی ہے وہ ویسی ہوتی ہے ۔ فانوس باریک کاغذ کا بنا ہوا ہوتا ہے
او پتلے اور مہین سُرخ رنگ پارچہ سے بھی فانوس بناتے ہین ۔ فانوس
کے حقیقی معنے غماز اور چغلخور کے ہین مگر اس غبارہ وش چیز کو بھی جو شمع
پر ڈہانکی جاتی ہے فانوس کہتے ہین کیونکہ وہ چراغ کی روشنی کو نہین
چھپاتی گویا روشنی کی غمازی کرتی ہے جیسے چغلخور کسیکی بات کو پوشیدہ
نہین رکہتا ۔ اور یہہ مجازی معنے ہین فانوس کی تشبیہ قفس کے ساتھہ
بھی دیجاتی ہے ۔ فانوس کے جو مرکبات دیکھے گئے وہ یہی ہین کہ فانوس گردان

با ضافت اور فانوس خیالی - و فانوس خیال - اور فانوس نارنج اور فانوس شمع - **فانوس گردان** - بکاف فارسی وہ فانوس ہے جسکے اندر مختلف چیزون کی شکلین تماشے کے لئے بناتے ہین - اور وہ شکلین فتیلہ کے دہوین کے زور سے گردش کرتی ہین اور فانوس خیالی بہی اسیکو کہتے ہین فارسی کا کوئی شاعر کیا خوب کہتا ہے ؎ دہر فانوس خیال و عالمی حیران درو ٭ مردمان چون صورت فانوس سرگردان درو ٭ فانوس نارنج بہی ایک کہیل اور تماشے کی فانوس ہے - نارنگی کو خالی کر دیتے ہین اور باقی ماندہ چہلکے کے اندر نقش و نگار کرتے ہین اور اُس حلقہ کے بیچ مین ایک چراغ روشن کر دیتے ہین - فانوس شمع کا بیان اوپر مذکور ہو چکا - جاننا چاہیئے کہ فانوس کا استعمال اس نئی روشنی کے زمانہ مین متروک ہے - **مجلس فروز** - یعنے مجلس کا روشن کرنے والا - یعنے حاضر و موجود - مجلس فروز حاضر و موجود کی جگہہ تعظیماً کہتے ہین - **خلوت** - بالفتح تنہائی مگر یہان گوشہ اور کنارہ کے معنے مین بقاعدہ مجاز مرسل یعنے استعمال حال بجاے محل - شعر کے معنے یہہ ہین کہ رات کو جو معشوق محفل مین موجود تھا تو رشتہ ہر شمع فانوس شمع کے لئے خار در پیراہن تہا مطلب یہہ کہ ہمارے معشوق کے حسن و جمال کے روبرو تمام شمعین بے رونق اور بے نور تہین حسن معشوق کی تعریف کی ہے - اسی مضمون کو خواجہ میر درد نے طرز سلیس مین اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ رات مجلس مین ترے حسن کے شعلے کے حضور ٭ شمع کے منہ پہ جو دیکہا تو کہین نور نہتہا میرزا غالب نے

اس مضمون کو پیچیدہ اور مشکل ترکیب مین بیان کرکے نازک خیالی کی شان دکھائی ہے۔ ؎ شب کہ او مجلس فروزِ خلوتِ ناموس بود ٭ رشتہ ہر شمع خار کسوت فانوس بود۔ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔

دل ان پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا		حاصل الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو

حاصل الفت ندیدم جز شکست آرزو ٭ دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس بود
شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔ فارسی کا شاعر شفیعای اثر کہتا ہے ؎ فلک از رشک نگذارد بحال خود دو ہمدم را ٭ بسنگ از یکدگر سازد جدا بادام توام را۔ ان دونون شعرون کا مضمون ایک ہے یعنے تفرقہ فی الاحباب کا مضمون ہے مگر پیرایہ جدا جدا ہے اور دونون شعر لاجواب ہین۔

جو کہ کہا یا خون دل بے منت کیموس تھا		کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان

کیموس بالفتح بروزن محسوس۔ یہہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور علم طب کے متعلق ہے جو چیز جگر اور عروق یعنے رگون مین تیار ہوتی ہے اسکو کیموس کہتے ہین اور وہ کف کے مانند ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ غم عشق مین مجھکو جگر اور رگون کا احسان اٹھانا نہ پڑا کیونکہ مین نے کیموس جسکا تعلق جگر اور عروق کے ساتھہ ہے نہین کہایا بلکہ مین نے دل کا احسان اٹھایا کیونکہ خون کہایا جسکا تعلق دل کے ساتھہ ہے۔ چونکہ آدمی کے جسم مین دل بہ نسبت دوسرے اعضا کے زیادہ تر شریف ہے لہذا شاعر یہہ خیال

کرتا ہے کہ دلکا احسان اٹھانا بہتر ہے۔ کیموس کے متعلق بعض اہل تحقیق
کہتے ہین کہ کیموس اُس صورت غذا کا نام ہے جو دوسرے طبخ مین جگر
مین پکتی ہے اور وہ صاف و شفاف پانی کیطرح ہوتی ہے۔ شعر کا مطلب یہ کہ
کیموس نہین کہایا۔ بلکہ خون کہایا تب منت کیموس = یعنے بے منت مطبخان
کیموس جو جگر اور عروق ہین بقاعدہ مجاز مرسل صحیح ہے یعنے استعمال مظروف
بجاے ظرف۔ اس شعر مین قصیدہ کی شان ہے نہ غزل کی۔
فراغت = فرغت اس معنی کی کہ بہت سی چیزونکا احسان اٹھانا نہ پڑا بلکہ صرف
دل کا احسان اٹھایا۔

صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا		آئینہ دیکھہ اپنا سا منہ لیکے رہگئے

فارسی کا شاعر کہتا ہے ۵ میرسد از خانۂ آئینہ سرشار جنون + این پری
از سایۂ خود شد گرفتار جنون + یعنے یہ پری اپنے اوپر آپ عاشق ہوگئی
بسبب کمال حسن و جمال کے جو اُسکو حاصل ہے۔ سایہ بمعنی عکس آیا ہے
اس فارسی کے شعر سے یہہ معلوم ہوا کہ ایسے مضمون کو فارسی کے شاعرون
نے بہی لکہا ہے۔ درحقیقت اعلیٰ درجہ کا مضمون ہے حسن کی
تعریف اس سے بڑہکر کیا ہوسکتی ہے کہ معشوق آپ ہی اپنا گرویدہ
و دلدادہ ہو جائے۔ اپنا سا منہ لیکر رہ جانا = محاورہ ہے یعنے
شرمندہ ہونا سوال پورا ہونے کی شرم سے چپ ہوجانا۔ پشیمان ہونا
دیکھہ = یعنے دیکھکر۔ حرف عطف یعنے کر حذف کرنا اب متروک ہے

کتنا = یہان اشارہ طرف زیادتی کے ہے - کتنا غرور تھا یعنے بہت غرور تھا - یہہ = پر کی جگہہ یہ اب متروک ہے -

قاصد کو اپنے ہاتہہ سے گردن نہ مارئے		اُسکی خطا نہین ہے یہہ میرا قصور تھا

قاصد کو = کو اضافی ہے یعنے فارسی کے رائے اضافی کا ترجمہ ہے - قاصد را گردن یعنے گردن قاصد - قاصد کی گردن - فصاحت کے لئے (کی) کے مقام پر (کو) استعمال کیا ہے -

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے		ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

جاتا ہون = یعنے دنیا سے جاتا ہون - داغ حسرت ہستی = داغ تمنای زندگی داغ حسرت ہستی اسواسطے لئے ہوئے جاتا ہون کہ مجکو دنیا مین جینے اور زندہ رہنے کی تمنا تھی مگر موت نے مہلت ندی اور اجل نے میرا کام تمام کردیا - دوسرے مصرع مین تمثیل ہے - ہون شمع الخ یعنے شمع کشتہ کے مثل ہون لہذا محفل دنیا کے قابل نرہا - داغ غم و اندوہ - درخور = لائق - قابل -

بر روئے شش جہت در آئینہ باز ہے		یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

شش جہت یہہ ہین (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) فوق (۶) تحت -

رشک کہتا ہے کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

یعنے وہ غیر کا بہی آشنا نہین ہے - اخلاص - دلی محبت -

ہین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

مصرع اول مین جو اور ہے وہ عطف لازمہ ہے - اور مصرع ثانی مین جو اور ہے وہ عطف مجردہ ہے - یعنے ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی جو عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا ہے میرے لئے لازم ہے -

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یا رب
آج ہی ہوا منظور اُنکو امتحان اپنا

یعنے بزم غیر مین معشوق یہہ چاہتا ہے کہ میرا امتحان کرے - اور یہہ دریافت کرے کہ تنک ظرف کون ہے اور کون نہین - لہذا معشوق نے بہت سی شراب پی لی تاکہ شرکای محفل بہی اُسکی ہمدمی کرکے زیادہ شراب پیوین - مطلب یہہ کہ معشوق غالب کو تنک ظرف اور غیر کو عالی حوصلہ ثابت کیا چاہتا ہے امتحان مین - فی الحقیقت معشوق بغرض میرے امتحان کے اپنا امتحان کر رہا ہے - اور اس چال مین میرا امتحان منظور ہے -

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

سرمہ موصوف اور مفت اُسکی صفت ہے اور یہہ مرکب توصیفی یعنے سرمۂ مفت

مضاف ہے نظر کیطرف اور نظر مضاف الیہ ہے اور یہہ اضافت تخصیصی[۱]
ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ مین نظر کا سرمۂ مفت ہون۔ اور لفظ مفت کو بغیر اضافت
کے بھی پڑہ سکتے ہین اسطرح (مفت نظر) یعنے نظر مفت دارندہ۔ مفت نظر
رکہنے والا (یا) نظر مفت دینے والا۔ اسصورت مین جو دوسری صورت ہے
اس ترکیب کو بیدل اور ناصر علی اور غالب کے تراکیب مین سے ایک ہی
ترکیب سمجہنا چاہئیے اور سالم ترکیب مفت نظر کو جو بلا اضافت کے ہے
سرمہ کی صفت قرار دینا چاہئیے یعنے مفت نظر ایک علیحدہ ترکیب ہے
یعنے مین ایسا سرمہ ہون کہ مجہہ مین نظر مفت بہری ہوی ہے۔ جو شخص کور
مجہکو بہی آنکہہ مین لگائیگا فوراً بینا ہو جائیگا بغیر اجرت اور قیمت دینے کے
تیسری صورت یہہ ہے کہ مین سرمہ ہون مانند نظر کے یعنے سرمہ تو ہون
مگر سراپا نگاہ ہون اور نظر ہی نظر ہون اور علاوہ بران مفت ملتا ہون۔
اس صورت مین یہہ اضافت تشبیہی[۲] ہوی اور وجہ شبہ سرمہ کی
عمدگی اور قوت تاثیر ہے اور ادات تشبیہ کا حذف کرنا جائز ہے جیسے لب
لعل و چشم نرگس و دل غنچہ یعنے لب مانند لعل و چشم مانند نرگس اور دل
مانند غنچہ اور وجہ شبہ سرخی و خوشنمائی و گرفتگی ہے۔ سرمۂ مفت نظر ہون باضافت
لفظ مفت کے یعنے سرمۂ مفت مانند نظر ہون۔ از روے معنی ان تینون
صورتون کا حاصل ایک ہے۔ صرف بیان کی نزاکتین بتلانا مجہے منظور تہا۔

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکہہ کہ رنگ	صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

اس دامگاہ کا یعنے دامگاہِ بزم قدح کا کیونکہ مرزا اس شعر مین بزم قدح کا
ذکر کر رہے ہین۔ اس زمین مین مین نے اعلیحضرت قوی شوکت قدر قدرت
بندگانعالی متعالی حضور پر نور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی
غزل بے بدل پر بتقریب طرح دو غزلہ کہا تہا اور ایک غزل کے مقطع مین
میرزا کے اس مصرع کی تضمین اسطرح کی تہی ؎ غالب نے خوب کہدیا
واجد کہ رنگ رخ ٭ صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا۔ اس تضمین مین
مین نے دامگاہ کے معنے بزم قدح کے ہی لئے ہین۔ مرزا نے اس شعر مین
بزم قدح کو دامگاہ سے استعارہ کیا ہے کیونکہ شراب کی لذت شراب
پینے والون کو اپنے دام مین گرفتار کر لیتی ہے۔

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے	پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

مقتل = قتل گاہ۔ نشاط = خوشی۔ کہ = کاف تعلیل یعنے کیونکہ۔
کس نشاط سے = یعنے بہت نشاط سے۔ بڑے نشاط کے ساتھ۔ پر گل
پہولون سے بہرا ہوا۔ یعنے جب مین مقتل کو جاتا ہون تو خیال زخم کیوجہ سے
میرے آنکہون مین گلشن کی سیر دکہائی دیتی ہے۔ مقتل اور زخم لہو کی سبب سے
سرخ ہوتے ہین لہذا شاعر نے زخم کے خیال کو گلشن قرار دیا ہے کیونکہ
گل کا رنگ بہی سرخ ہوتا ہے۔ پہولون کو دامن مین لیتے ہین لہذا خیال
زخم کے پہولون کے لئے نگاہ کا دامن تیار کیا ہے جو دونون غیر محسوس ہین

جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد	پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

دیکھئے دل بیمار اور دست بکار اور چشم براہ اور گوش برآواز وغیرہ وغیرہ کیسی عمدہ اور دلکش ترکیبین ہین مگر یہہ ایک ترکیب (جان درہوائے یک نگہ گرم) کسقدر لمبی چوڑی اور طول ہونے کیوجہ سے کسقدر طبیعت کو ناگوار گذرتی ہے۔ ایسے ہی تراکیب ہین جنکی وجہ سے مرزا صاحب اور مومن خان صاحب ہدف اعتراض پہلوانان سخن کے بنجاتے ہین۔ صرف منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین میرزا صاحب کے ایجاد کردہ اتنے تراکیب موجود ہین (۱) یک بیابان ماندگی (۲) نشاط آہنگ (۳) یک شہر آرزو (۴) رستخیز انداز (۵) یک قدم وحشت (۶) دو عالم دشت (۷) وحشت خرامی (۸) جنون جولان (۹) نجون غلطیدۂ صدرنگ (۱۰) یک عربدہ میدان۔ (۱۱) یک عمر ورع (۱۲) درتشنگی مردگان (۱۳) فریب وفا خوردگان (۱۴) سامان طراز نازش (۱۵) میخانۂ نیرنگ (۱۶) مفت نظر (۱۷) خود داری ساحل (۱۸) حریف جوشش دریا (۱۹) طاقت آشوب آگہی (۲۰) حیرت کدۂ شوخی ناز (۲۱) یک الف بیش نیست (۲۲) صورتخانۂ خمیازہ (۲۳) خمار تشنہ کامی (۲۴) خمیازۂ ساحل (۲۵) جادۂ راہ فنا (۲۶) بیک کف بردن صد دل۔ (۲۷) انداز نجون غلطیدۂ بسمل (۲۸) برق سوزدل (۲۹) موج سراب دشت وفا (۳۰) دیوانگیٔ شوق (۳۱) ہر قدم سایہ (۳۲) سبق شوق (۳۳) جان درہوائے یک نگہ گرم۔ الغرض منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین یہہ (۳۳) مرکبات وتراکیب آگئے ہین جو ایران کی فارسی مین ہرگز مستعمل

نہین ہین اور جب تک ان ترکیبون کے اسناد اہل لسان کے کلام کے اندر
تملین تب تک ان کو صحیح جاننا اور اپنی نظم و نثر مین ان کا استعمال کرنا محض
قلت تتبع اور خود پسندی و عدم تحقیق سے ہوگا۔ فارسی کے اہل لسان
ان تراکیب کو سنکر پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است اور کہتے ہین کہ اینکہ
زبان فارسی نیست حاصل کلام الفاظ کا ایجاد کرنا اور محاورون کا اختراع
عمدہ بات ہے مگر اہل لسان کو زیادہ تر سزاوار ہے اگر غیر ملکی حضرات قادر الکلامی
کے زعم پر غیر زبان مین اختراعات کرنا چاہین تو یہہ بات ممکن ہے مگر اسکے
لئے ذوق سلیم درکار ہے اور حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
و قدس اللہ سرہ کی تقلید بہتر ہے کیونکہ کسی اہل لسان کو آپ سے نزاع و خلاف
نہین اور میرزا بیدل اور شیخ ناصر علی کے اختراعات کو اہل لسان ہرگز پسند
نہین کرتے اسکی وجہ خاص صرف اتنی ہے کہ ان دونون صاحبون کے
اختراعات ذوق سلیم اور جادۂ مستقیم سے باہر ہین بلکہ رکیک و طویل و پُر
تصنع و غیر فصیح و اضافت در اضافت و صفت در صفت و تراکیب مقلوبہ
بلاوجہ موجہ کثرت سے ہوا کرتے ہین یہی وجوہات ہین کہ ان صاحبون کے
اختراعات مقبول خاص و عام نہین ہوے بلکہ چند لوگ اُن کے رواج
دینے پر تعصب و نفسانیت سے ہٹ دہرمی اور بیجا اصرار کرتے رہے
جسمین اُن کو انجام کار ناکامی حاصل ہوی قاعدہ فارسی کے لحاظ سے
نشاط آہنگ کے معنے قصد نشاط دارندہ یا ارادۂ نشاط کنندہ کے
ہوسکتے ہین مگر میرزا نے اپنے شعر مین اس ترکیب کے کچھہ عجیب معنے

لئے ہین یعنے خوشی کی الاپ رکہنے والا حالانکہ غمی کی کوئی الاپ
نہین ہوتی پھر خوشی کی الاپ چہ معنی دارد اگر غمی کی الاپ ہو اور اسکے
مقابلے پر اوراسکی ضد مین خوشی کی الاپ کہا جائے تو ترکیب مربوط
وچسپان ہو گی کیونکہ الاپ کو غم سے کوئی تعلق نہین مرزا نے اس ترکیب
کے جو معنے لئے ہین وہ کبھی اہل لسان کے پاس مقبول اور پسندیدہ
ہو نہین سکتے دیگر وحشت خرامی - خرامیدن کے معنے ناز سے چلنے
اور ٹہلنے کے ہین وحشت کو خرام سے کیا تعلق لہذا یہہ ترکیب بہی غیر مربوط
ہے وقس علی ھذ ۱۲ القیاس کہان تک لکہہ سکتا ہون اسکے لئے
تو ایک دفتر ضخیم وعلیحدہ بلکہ دفتر دہ مَن درکار ہے صرف مین نے تراکیب
لکہدئے ہین سمجھنے والے سمجہین اور محظوظ ہون میرے اُستاد شفیق وعم
معظم مولوی حکیم عبدالباسط صاحب المتخلص بہ عشق مرحوم ومغفور فرمایا
کرتے تھے کہ میرزا غالب کو شاعری مین طبع خداداد حاصل تھی اور وہ اعلیٰ
درجہ کے شاعر تھے مگر میرزا صاحب کو علم وفضل نہین تھا اس روایت سے
میرا منشا یہہ ہے کہ میرزا صاحب کی شاعری پر کوئی صاحب انگشت اعتراض
نہین رکہہ سکتے کیونکہ اُن کا شاعرانہ خیال بالکل اچھوتا اور موثر اور ناخن بدل
ہے مگر طرز خیالبندی اور اختراع تراکیب فی الحقیقت عام طور پر بلا تخصیص
مخل اندازا ور قابلِ اعتراض بلکہ لائقِ اصلاح ہے - میرزا صاحب کے
تصنیفات فارسی واردو خصوصاً تصنیفاتِ فارسی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس قسم کی سیکڑون ترکیبین اپنی رائے اور طبیعت سے اُنہون نے ایجاد کی ہین

جنکا نتیجہ یہہ ہے کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن اور اہل لسان اور وہ فصحاے بلاغت شعار جو اہل لسان کے مقلد اور پیرو ہین اُن تراکیب کو دیکھکر مہمل اور بے معنی کہا کرتے ہین اور ایسے تراکیب کا غیر مانوس طبیعت ہونا تو ایک قطعی و یقینی بات ہے۔ مومن خان صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ ان صاحبون کی اُستادی مین کوئی کلام نہین بلکہ خداوندان سخن ہین مگر جو عیب ہے وہ عیب ہے اور جو ہنر ہے وہ ہنر ہے۔ ان صاحبون کا کلام اچھی اور بُری ترکیبون کا مجموعہ ہے۔ جو کلام اچھا ہے وہ لاجواب ہے۔ خاص و عام کے دلون پر جادو کا کام کرتا ہے اور جو تراکیب و اسالیب ہٹ دھرمی اور خود پسندی سے بنا لئے گئے ہین وہ کبھی ور کسی وقت مین فصحاے لسان بلکہ اہل لسان کے پاس مقبول ہو نہین سکتے بلکہ ہمیشہ وہان سے بے معنی و جفنگ کا خطاب ملا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کتاب عود ہندی مین یہہ دعوی کرتے ہین کہ مین نے ہر ایک ترکیب اہل لسان سے اخذ کی ہے مگر اُن کا یہہ دعوی صحیح نہین ہے چنانچہ دیکھئے مرزا پنج آہنگ کے ایک رقعہ مین لکھتے ہین **فرود آمدن جاے من در کلکتہ بھبنڈی بازار است**۔ یعنے فرودگاہ من در کلکتہ بھبنڈی بازار است۔ اہل لسان یا منزل کہین گے یا فرودگاہ کہین گے مگر منزل کی جگہ مین اتنا لمبا چوڑا لفظ اور وہ بھی مقلوب الترکیب یعنے فرود آمدن جا ہرگز نہ کہین گے اگر کسی شخص کو اس ترکیب کی صحت کا دعوی ہو تو ہمکو یہہ ترکیب اہل لسان کے کلام مین دکھادے۔ اور فرود آمدن جائی رکاکت ظاہر ہے

کوئی فصیح آدمی اس لفظ کو فرودگاہ یا منزل کی جگہہ کہہ نہین سکتا اور یک قدم وحشت اور دو عالم دشت اور یک بیابان ماندگی اور یک زانو تامل اور یک شہر آرزو اور رستخیز اندازہ اور نشاط آہنگ ورد وحشت خرامی وغیرہ وغیرہ یہہ تراکیب ہندیون اور خصوصاً خیالبندون کے بنائے ہوئے ہین اور اہل لسان ان ترکیبون کے موجد نہین ہین اور قلمرو ایران مین ان ترکیبون کو اور ان کے معنون کو کوئی نہین جانتا کیونکہ یہہ اُن کی زبان نہین ہے لہذا اہل لسان جب ان ترکیبون کو سنتے ہین تو یہہ پوچھتے ہین کہ این کدام زبانست اور کہتے ہین کہ این زبان فارسی نیست۔ ایجاد اور تلاش اور تراش تو اچھی چیزین ہین مگر مقبول اور معقول اور پسندیدہ تلاش و تراش آسان نہین ہے اور ایک دو شخصون سے یہہ کام ہو نہین سکتا بلکہ اس کام کے لئے اہل علم کے مجالس اور اتفاق آرا اور محاورہ کی پابندی اور لغت کی نگہداشت اور تراکیب کی خوش وضعی اور قبولیت خاص و عام ضروری چیزین ہین۔

اسد ۔ مبتدا اور جان درہوای یک نگہ گرم اسکی خبر اور ہے رابطہ پروانہ چراغ پر گر کے جلجاتا اور فنا ہو جاتا ہے۔ جب تیرے دادخواہ کے وکیل کی حالت حالت پروانہ کیطرح ہے تو خاص تیرے دادخواہ کا حال کیا کہنا وہ تو تیری ایک نگاہ مین فنا ہو جاتا ہے۔ جہان تو نے ایک نگاہ کی بس اُسکا کام تمام ہوگیا۔ جان درہوای یک نگہ گرم اہل لسان کی ترکیب نہین ہے اور اس ترکیب کے صحیح ہونے مین بہت کچھ تامل ہے اور یہہ ترکیب بسبب اپنی طوالت وطول لاطائل کے نہایت درجہ کی

غیر فصیح ور کیک ہے - ہوا کے معنے یہان آرزو اور خواہش کے ہین -

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

پر یعنے مگر بمعنی استثنا - باز آئین کیا مقولہ معشوق کا ہے - جور سے باز آئے یعنے جور سے معشوق باز آیا - جور سے وہ باز آئے - یا ہم باز آئے اس صورت مین سالم مصرع معشوق کا مقولہ ہوگا - اس غزل مین کیا ردیف اور دکھلائین - گھبرائین وغیرہ قافیہ ہے - دونو مصرعون مین کیا نفی کیواسطے آیا ہے -

رات دن گردش مین ہین سات آسمان	ہو رہیگا کچھہ نہ کچھہ گھبرائین کیا

یعنے مفلسی مین گھبرانا نچاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے - کیسا عمدہ فلسفیانہ مضمون ہے - سات عدد اور آسمان معدود ہے - اردو مین معدود اکثر جمع آتا ہے مگر کبھی واحد بھی آتا ہے اور آسمان ایسا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونون مین مستعمل ہے - کیا = نفی کیواسطے ہے - کیا گھبرائین یعنے نہ گھبرائین - گھبرانا نچاہیے -

لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھین لگاؤ	جب نہو کچھہ بھی تو دہوکا کہائین کیا

لاگ = دشمنی - عداوت - لگاؤ = محبت دوستی - دہوکا کہانا = یعنے فریب کہانا - کیا = نفی کیلئے ہے یعنے دہوکا نہ کہائین -

ہوئے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ	یارب اپنے خط کو ہم پہونچائیں کیا

کیا استفہام کے لئے ہے - نامہ بر - یعنے قاصد -

موج خون سر سے گذر ہی کیوں نجائے	آستان یار سے اُٹھ جائیں کیا

کیا نفی کے لئے ہے یعنے ہم آستان یار سے نہ اُٹھینگے اگرچہ موج خون ہمارے سر سے گذر جائے -

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

عمر بھر = تمام عمر - راہ دیکھنا - انتظار کرنا - مر گئے پر - یعنے مرنیکے بعد کیا - استفہام کے لئے ہے یعنے دیکھئے کیا دکھلائینگے - قائل اپنے کو شخص غیر قرار دیکر پوچھتا ہے -

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

کہ = دونو مصرعون مین بیان کے لئے ہے - اور مصرع ثانی مین کاف تردید بھی ہو سکتا ہے - یعنے کوئی بتلاؤ یا ہم بتلائین کیا - استفہام کے لئے ہے -

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی	چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

باد بہاری کو بسبب لطافت کے آئینۂ فولادی قرار دیا ہے - چونکہ آئینۂ فولادی پر

زنگ آتا ہے اور زنگ سبز رنگ ہوتا ہے لہذا چمن کو جو باعتبار برگ اشجار کے سبز ہوتا ہے آئینۂ باد بہاری کا زنگ مقرر کیا ہے اور چونکہ باد بہاری لطیف چیز ہے اور بمقابل اوس کے برگ اشجار کثیف شے ہے لہذا یہہ نتیجہ نکالا کہ لطافت بغیر کثافت کے حاصل ہو نہین سکتی - مطلب یہہ کہ جیسے دنیا مین غم و شادی توام ہین اسیطرح لطافت و کثافت کا حال ہے اور وہ بھی توام ہین - جلوہ پیدا کرنا = ظاہر ہونا - وجود مین آنا -

حریف جوشش دریا نہین خود داری ساحل	جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوی ہوشیاری کا

ساقی کو دریاے مواج سے اور ہوشیاری کو ساحل سے تشبیہ دی ہے - اور کہتا ہے کہ جب دریای مواج خوب طغیانی کرے تو ساحل پانی مین غرق ہوجاتا ہے اسیطرح جہان ساقی ہوا اور وہ ناز و انداز سے خوب بادہ پیمائی کرے تو وہان لوگ شراب پی پی کر مست و بیہوش ہو جاتے ہین اور ہوشیاری باقی نہین رہتی لہذا ساقی کے مقام پر ہوشیاری کا دعوی غلط ہے - ساقی کی بے تکلفی و ناز و انداز کو (دریا) ساقی کے حسن و جمال روز افزون کو جوشش دریا قرار دیا ہے - کیونکہ جب ساقی کو دریا قرار دیا ہے تو ساقی مین جوشش دریا کیا چیز ہوگی - ؟ دریا مین جوشش دریا پانی ہے - اور ساقی مین ساقی کی جوشش ناز و انداز یا حسن و جمال یا سخاوت و کرم ہی ہوگی - مگر اس شعر مین یہہ بات بھی ممکن ہے کہ ساقی کو جوشش دریا کے ساتھہ تشبیہ دیجاے یعنے جہان جوشش دریا ہوی وہان ساحل غرق آب ہو گیا اسیطرح جہان

ساقی ہوا وہان ہوشیاری غائب ہوگئی - دونون معنون کا حاصل ایک ہے
اور بلحاظ ان معنون کے (تو) حرف رابط ہوگا - اور اس شعر مین (تو)
ضمیر واحد حاضر بھی صحیح ہے یعنے اے معشوق جہان تو ساقی ہوا اور
جس جگہہ تو ساقی گری کرے الخ -

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہوجانا	درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہوجانا

اس شعر مین علم تصوف کا مشہور مسئلہ باندھا ہے - کہ راحت فنا فی اللہ ہونیمین
ہے قطرہ تمثیل انسان اور دریا تمثیل ذات باری تعالی ہے - جب درد اپنی
حد سے گذر گیا تو دوا کارگر اور موثر نہوی اور جب دوا موثر نہوی تو مریض
ہلاک ہوگیا - اب قائل نے ہلاک ہو جانے کو دوا ہو جانا قرار دیا ہے
کیونکہ مریض کا مقصود تو ہلاکی تھا نہ صحت وتندرستی - اور مریض فنا کو شفا
اسوجہ سے خیال کرتا ہے کہ فنا فی اللہ کا درجہ اُسکو حاصل ہوتا ہے - جو
اُسکا عین مطلوب ہے حاصل یہہ کہ عشرت انسان کی فنا فی اللہ ہوجانیمین ہے

تجھسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد	تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہوجانا

صورت قفل ابجد یعنے قفل ابجد کی مانند قفل ابجد کیطرح - اس شعر مین
بات کے بننے سے وصل کی بات بننا مراد ہے - اور قائل کا مقصود یہہ ہے
کہ جب وصل کی بات بنگئی تو مین معشوق سے جدا ہوگیا جو میرے لئے کمال
تیرہ بختی اور نہایت بدقسمتی ہے -

مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا	دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام

چونکہ عقدہ چھوٹی چیز ہوتی ہے لہذا گھسنے سے مٹ جاتی ہے - جب مٹ گئی تو اُسکا وجود نرہا گویا وا ہو گئی - شاعر نے عقدہ کے مٹ جانے کو وا ہونا یعنے کھلنا قرار دیا ہے - دل کو عقدہ کے ساتھہ تشبیہ ہے - دل مشبہ اور عقدہ مشبہ بہ - زحمت سے وہ زحمت دل مراد ہے جو فراق یار کیوجہ سے یا عشق یار کے سبب سے تھی - تمام ہونا = مرجانا مصرع ثانی مین دل کی تمثیل ہے عقدہ کے ساتھہ - عقدہ = یعنے گرہ - شعر کا مطلب ظاہر ہے یعنے ہمارا دل زحمت عشق کی تدبیر اور چارہ گری مین مصروف ہوا - مگر اس چارہ گری مین ہمارے دل کو کچھہ ایسی کشمکش اور کشاکش ہوی کہ بیچارہ دل خود ہلاک ہو گیا - تو معلوم ہوا کہ دل ایک گرہ کی مانند تھا اور کشمکش چارہ گھسنے کے ساتھہ مشابہت رکھتی تھی اسی لئے دل کشمکش مین معدوم ہو گیا اور جب دل معدوم ہو گیا یعنے مٹ گیا تو گویا چارہ گری مین کامیاب ہوا اور تدبیر کر چکا گرہ کی مانند کہ جب گھسنے مین مٹ گئی تو گویا کھل گئی - اور مٹ جانا ہی مطلوب تھا کیونکہ ہم گرہ کو کھونا چاہتے تھے - جب گرہ مٹ گئی تو وا ہو گئی اور مقصود حاصل ہو گیا اس شعر کا مصرع ثانی یعنے مصرع مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا - مطلع کے مصرع ثانی کے ساتھہ یعنے مصرع درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا - ملتا ہوا ہے اور دونون مصرعون کا مضمون قریب قریب واقع ہوا ہے - وا ہو جانا = کھل جانا - کشادہ ہو جانا - وا کرنا

اسکا متعدی ہے -

اسقدر دشمن ارباب وفا ہوجانا		اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ

اب = یعنے زمانۂ موجودہ مین - جفا = ظلم وستم - محروم = حرمان زدہ بے نصیب - اللہ اللہ = اس مقام پر تعجب وتحیر کیواسطے آیا ہے - بھی = شرکت کیواسطے آتا ہے - اسقدر = یہان اشارہ طرف زیادتی اور افزونی کے ہے یہہ لفظ مقدار اور اندازہ بتلانے کے لئے آتا ہے اور اتنا کا مترادف ہے ارباب وفا = وفا کے پالنے والے یعنے عاشقان صادق ارباب کا واحد رب ہے دشمن = یہہ لفظ دش اور من سے مرکب ہے - دش کے معنے برا اور زشت آئے ہین اور من بمعنی دل آیا ہے - جو شخص دل زشت رکھتا ہو اُسکو دشمن کہتے ہین - دشمن یعنے بددل وبدخواہ اور ایک دوسرے کی ضد - یہہ لفظون کے معنے ہوے مگر یہان زیادہ تر قابل ذکر یہہ بات ہے کہ مرزا کا یہہ شعر نظیری نیشاپوری رح کے اس شعر سے ملتا ہوا ہے بلکہ ماخوذ ہے ؎ شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آن دوست + کہ بنام روان کرد وعتابے نہ نوشت + اور موسوی خان فطرت رح فرماتے ہین ؎ در تمناے جفاے خویش کشتن صید را + اختراع مہربانی ہاے صیاد من است + یعنے معشوق جفا ہی نہین کرتا ہے - اور معشوق نے اس لئے ترک جفا کی ہے کہ عاشقان صادق کو جفا ہی معشوق مین بھی مزہ آتا ہے - کیونکہ جفا ہی ہے تو اُسی کی جفا ہے اور اپنے محبوب کیطرف سے ہے

بس اسی ایک نسبت سے عاشقانِ صادق عین جور و جفا مین مزے اوڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ہی اُن کی جفا کے سزاوار ہوے جب معشوق جفا پیشہ کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو اُس نے جفا کرنا ہی ترک کر دیا ۔

ضعف سے گریہ مُبدّل بہ دمِ سرد ہوا	باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

جب تک ہمکو طاقت اور قوّت تھی تب تک ہم روتے تھے اور گریہ کرتے تھے جب ہماری قوّت اور طاقت جاتی رہی اور ضعف و ناتوانی آگئی تو اب ہم ٹھنڈی آہین کرنے لگے ۔ اس شعر سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رونے کیلئے طاقت چاہئے اور ضعف کی حالت مین آہ کرتے ہین ۔ دم ۔ بمعنی آہ اور سرد اوسکی صفت ہے حکما جو کہتے ہین کہ پانی ہوا بنکر اُڑ جاتا ہے تو ہمکو اپنی اس حالت سے یعنے زوالِ گریہ و عروجِ آہ سے باور آیا یعنے یہہ بات صحیح ہے ظاہر ہے کہ گریہ پانی اور آہ ہوا ہوتی ہے ۔

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال	ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

مٹنا = محو ہونا ۔ زائل ہونا ۔ انگشت حنائی = حنائی مین جو (یا) ہے یہہ یاے نسبتی ہے ۔ انگشت حنائی یعنے حنا والی انگشت ۔ وہ انگشت جو مہندی کے رنگ سے سرخ ہو ۔ اس شعر مین انگشت کے معنے ہاتھہ اور پنجہ کے ہین از روی قاعدۂ مجاز مرسل یعنے استعمال جزو بجای کل درست ہے خیال = بالکسر تصور و گمان ۔ اس لفظ کی حرکت مین اختلاف ہے اکثر صاحبان

لغت لکھتے ہین کہ بالفتح ہے مگر فارسی والے بالکسر بولتے ہین - اور قوت متخیلہ کو بھی خیال کہتے ہین - جدا ہوجانا علیحدہ ہو جانا - الگ ہو جانا -

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا	روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

ابر بہاری = بہاری مین جو (یا) ہے یہہ یای نسبتی ہے - مجھے = یعنے میرے لئے - روتے روتے = اسم حالیہ ہے - مرزا نے اس ایک چھوٹی سی غزل مین فنا ہو جانیکا مضمون تین جگہہ باندھا ہے (۱) عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا (۲) دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام (۳) روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا - شعرا سے قدیم ایک ہی غزل مین تکرار مضمون اور تکرار قافیہ کو نا جایز جانتے تھے مگر متاخرین کے پاس جائز ہے - بلکہ ایک مضمون کو کئی طرح سے ادا کرنا اور ایک قافیہ کو کئی طور سے باندھنا خواہ ایک غزل مین ہو خواہ متعدد غزلون مین ہو مگر تازہ اور عمدہ اسلوب سے ہو تو اُسکو کمال سمجھتے ہین -

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس	کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنے نکہت گل کو تیرے کوچہ مین آنے کی ہوس ہے - اس شعر مین کوچۂ معشوق کی تعریف و توصیف ہے یعنے کوچۂ معشوق ایسا معطر و معنبر و غیرت گلستان و رشک باغ و بوستان ہے کہ نکہت گل کو بھی وہان آنیکی ہوس لگی ہوی ہے - ظاہر ہے کہ نکہت گل نہایت لطیف اور مفرح چیز ہے جسکے سب شائق ہین -

دیکھہ برسات مین سبز آئینہ کا ہو جانا		تا کہ تجہہ پر کہلے اعجاز ہوای صیقل

یعنے صفاے باطن سے آدمی کو سرسبزی اور نجات آخرت حاصل ہوتی ہے یہان صیقل کے مجازی معنے یعنے صفای باطن مراد ہین - کہلے = یعنے ظاہر ہووے اور یہہ لفظ آئینہ کے ساتہہ مناسبت رکہتا ہے کیونکہ آئینہ کشادہ اور کہلا ہوا ہوتا ہے - لفظ ہوا اور برسات اور سبز صنعت مراعات النظیر ہے یہان ہوا بمعنی آرزو و تمنا آیا ہے اور حقیقی معنون کے لحاظ سے برسات کے ساتہہ مناسبت رکہتا ہے - آئینۂ فولادی کا سردی سے زنگ بستہ ہو جانا ایک معمولی بات ہے - اسکو مرزا صاحب نے جو اعجاز کہا ہے یہہ محل تامل ہے کیونکہ اعجاز کی تعریف یہہ نہین ہے -

چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا		بخشے ہی جلوۂ گل ذوق تماشا غالب

جب چشم ہر رنگ مین وا ہو جایگی تو اُسکو وحدۃ الوجود کا نظارہ حاصل ہوگا اور ہر رنگ مین اُسی کو یعنے ذات باری تعالی کو دیکھے گی - یہہ علم تصوف کے خبطیات ہین جو شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام اور دین آسمانی کے برخلاف ہین اور ہمہ اوست کا مسئلہ شریعت غرای محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس نامقبول ہے منصور اور سرمد کا قصہ مشہور ہے کہ یہہ دونون انہین لغویات کیوجہ سے صاحبان شریعت کے حکم اور فتوے سے قتل ہوے ہے غالب = منادی یعنے اے غالب - بخشے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہہ مین بخشتا ہے یا بخشیگا کہتے ہین - وا ہو جانا = کہل جانا -

مرزا صاحب نے آنکھہ کی جگہہ چشم اسوجہ سے کہا ہے کہ اُن کی طبیعت زبان فارسی
کی دلدادہ ہے اور دوسری وجہ خاص یہہ ہے کہ اس مقام پر چشم کا لفظ
بہ نسبت آنکھہ کے زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہان لفظ چشم پر زور
دیکر پڑہنے سے تاکید کے معنے پیدا ہوتے ہین اور یہہ موقع تاکید کا ہے
بہرحال یہان آنکھہ سے لفظ چشم بہتر ہے کیونکہ فصاحت وجدانی امر ہے
اور یہان لفظ چشم کا استعمال مقتضاے فصاحت ہے -

خاتمۃ الطبع از طرف مصنف

الحمد للہ تعالی کہ اس شرح کا پہلا حصہ ختم ہوا اور میری کوشش ومیرے
مال سے **مطبع فخر نظامی** واقع حیدرآباد دکن مین چھپ گیا - امید ہے
کہ اسکے دوسرے دو حصے بھی بہت جلد شائع ہون گے مگر صرف میری
کوشش و میرا مال کہانتک مکتفی ہو سکتا ہے - جب تک امرا ے ذیعزت
اور حکام با فخر و مرتبت توجہ نکرین امید نہین کہ دوسرے حصے شایع ہوسکین
کیونکہ فارسیون کا قول ہے ؎ مرا تجربہ معلوم شد پس ازسی سال
کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال ؂ بہرحال دوسرے حصون کے چھپوانے
مین خاکسار سعی کریگا کیونکہ اس کام مین زبان اُردو اور شعر و سخن کی

ترقی متصور ہے اور خیالبندی کی پیچیدگیان پبلک پر منکشف ہوتی ہین
مین بیدل اور ناصر علی اور شوکت اور جلال اسیر اور ظہوری اور
غالب اور مومن کا بدل معتقد ہون مگر اُن کے اختراعات بیجا
اور خیالاتِ سرد رگم سے نہایت متنفر ہون اور اس باب مین فصحای اہل
لسان کا مقلد و مقتدی ہون - اللہ تعالی اس مختصر شرح کو بقای
دوام اور قبولیت خاص و عام عطا کرے اور فتنہ پردازون کے شر و فساد
سے محفوظ رکہے - آمین آمین -

نوٹ از طرف مصنف

مین نے اس شرح کو بطور ضمیمہ کے لکہنا شروع کیا تہا مگر جب لکہنے بیٹھا
تو میرے ذہن مین پست و بلند اور رطب و یابس مضامین اس کثرت سے
آگئے اور صفحۂ کاغذ پر لکہے گئے کہ صرف باب الالف کا حجم آٹہہ جزو سے
زیادہ ہوگیا - چونکہ ضمیمہ بہ نسبت اصل کتاب کے چہوٹا ہونا چاہئے تہا
لہذا مین نے اس شرح کو ایک علیحدہ شرح قرار دیا ہے مگر اسکو
وثوق صراحت کے ساتہہ پورا تعلق حاصل ہے - یہ سمجہہ لیجئے
کہ غیر مکمل شرح کو مین نے مکمل کردیا ہے - ناظرین سے
امید ہے کہ میری تحریر مین کہین کوئی غلطی پائین گے تو براہ کرم چشم
پوشی فرمائین گے کیونکہ فارسی کا دانشور کہتا ہے ؎ بپوش
گر بخطائے رسی طعنہ مزن ✤ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ✤

اس کے دوسرے حصے بشرط قدردانی گورنمنٹ شایع ہوں گے فقط

والسلام خیر الختام

غزل بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح فرزند حضرت والد مرحوم

حسن و خوبی را چو آن رشک قمر می پرورد
عشق و الفت را ز من داغ جگر می پرورد

زلف پر چین تو در چین شور و شر می پرورد
طرهٔ شوریده سودای دگر می پرورد

روی پر نور تو انوار سحر می پرورد
زلف مشکین تو شب تاریکتر می پرورد

بوسه هنگام آن لب شیرین شکر می پرورد
وان دهان غنچه سان رشک شکر می پرورد

دل که خود را از برای نیشتر می پرورد
ناله ها را دمبدم چون نوحه گر می پرورد

پاک طینت را دعای بی اثر می پرورد
بو الهوس را زینہا تازه تر می پرورد

دیده من اشکبار و سینه تو پر غبار
راست میگویم که هر یک بحر و بر می پرورد

شاد و بیغم دار داور اگریه های عاشقان
آه ای آن سرو روان را چشم تر می پرورد

عاشقان دانند کاندر دور خود عشق کسی
داغ دل درد جگر ضعف بصر می پرورد

باز گرد جان ما گر بیند آن گل سوی ما
عاشقان جان بلب را آن نظر می پرورد

گر تو می آوردی آنرا جای بو بودی چه خوب
ای صبا جان مرا آن خاک در می پرورد

بسکه درد و غم غذای عاشقان شد در ازل
از وفور رشک جانم نامه بر می پرورد

عمرتان بادا دراز و جاه تان بادا بلند
یاد تان ای ناله ها جان و جگر می پرورد

بسکه در خون می تپید هر دم ترا واز خوشت
گوئیا اندر دل من نیشتر می پرورد

حسرت پرواز تا افزون کند اندر دلش
آن شکاری صید خود را بال و پر می پرورد

شوق دل کردست پایم را سراسر آبله
خارهائے راه را این راهبر می پرورد

طرفه تر سحریست اے یاران تماشا کردنی
دو جبال سخت یک موے کمر می پرورد

تیز طبعان را بهر جا قدر و منزل بیش هست
سنگ را خود زان نهان از ما شرر می پرورد

بے هنر هر جا رود از فاقه مردن بخت اوست
با خبر داند که آدم را هنر می پرورد

نے عجب گر سر بلندم سازد از لطف عمیم
آن خداوندیکه اینجا خیر و شر می پرورد

کوچه ات را کوچه آئینه نامی خوشتر است
زانکه عکس حسن تو دیوار و در می پرورد

سنگ جور ای محتسب بر شان مزن هشیار باش
کاندرینجا شیشه ها را شیشه گر می پرورد

راه استدلال بگذار ار تو خواهی عافیت
اے هما زردان بداین بگذر می پرورد

هست کار استان آوردن مضمون خویش
زانکه شیرینی و شکر نیشکر مے پرورد

میر محبوب علیخان شاعران هر را
بیشتر از بیشتر از بیشتر مے پرورد

هم رعایا و برایا و علوم و هم فنون
بیشک این شاه نکوی دادگری پرورد

فیض بخشئ عماد الملک را از من مپرس
اهل علم و خاندان را بے خطر می پرورد

طرز گفتار تو واجد تو ده بای عشق را
آفرین صد آفرین بس مختصر می پرورد

خلد الله ملکه و دولته ۔

بحضور عالیجناب فیض مآب آنریبل نواب عماد الملک بهادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ناظم تعلیمات
پرائیوٹ سکرٹری اعلیحضرت حضور نظام دام اقباله ۱۲ واحد

تعلیمات علاقہ حیدرآباد دکن کے نام حضرت والد مرحوم نے اپنی صدارت کے زمانے مین لکھے تھے اور دوسرے حصہ مین رقعات ہین۔ دونو حصون کی مجموعی ضخامت انیس ۱۹ جزو ہے۔ طرز کلام وہی اہل لسان کا تتبع اور اعلیٰ درجہ کی صاف و فصیح و دلکش انشاپردازی ہے محاورہ بندی اور صنائع لفظی و معنوی کا خوشنما استعمال حضرت والد مرحوم کی خاص طرز ہے۔ حضرت والد مرحوم روز مرہ ایران کے دلدادہ تھے۔ اہل لسان اس کلام کے گرویدہ اور بے انتہا شایق ہین قیمت ہر دو حصہ دو روپیہ (عہ) سکہ حالی یا عہ سکہ کلدار۔

اس انشا کا حصہ اول و دوم ایک ایک روپیہ سکہ حالی مین علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتا ہے یہ انشا فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کے لئے کمال مفید ہے۔

وثوق صراحت - بزبان اردو مرزا غالب دہلوی کے اردو دیوان کی ایک چھوٹی سی اور مختصر شرح ہے چونکہ معتبر مصنف کی تصنیف ہے لہذا معتبر کتاب ہے بہت سے اشعار کی شرح نہایت عمدگی کیساتھ مختصر طور پر لکھی ہے اور مرزا کے کلام کے اکثر نکات و دقائق کو اچھی طرح سے کھولا ہے۔ لفظون کے معنے قابل دید ہین اور ہر ایک فقرہ نشتر کا کام دیتا ہے۔ اسکا صحتنامہ بھی چھپ گیا ہے قیمت مع ضمیمہ (مصنفہ مشتہر) عہ سکہ حالی یا عہ سکہ کلدار ضخامت مع ضمیمہ و صحتنامہ (۲۴) جزو۔ کل تصنیفات کا محصولڈاک ان قیمتون کے علاوہ ہے۔ درخواست مشتہر کے نام ذیل کے پتے پر آنی چاہئے فقط

نوٹ - تصنیفات حضرت والد مرحوم بغرض فروخت چھپوائے گئے ہین جن صاحبون کو ان کتابون سے فیض یاب ہونا منظور ہو وہ قیمت دیکر مشتہر کے پاس سے کتابین حاصل کر سکتے ہین فقط

واجد عفی عنہ

المشتہر محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول ساکن محلہ اندرون دروازہ چادر گھاٹ قریب مسجد الماس بلدہ حیدرآباد دکن